رامائن والمیکی

بزبان اردو

لب پہ ادم ادم بھی ہے ونگ سیارام بھی ہے / جان کی خیر بھی ہے صورت آرام بھی ہے
رام کے ذکر فضائل سے ہے کافور کرودھ / کالعدم لوبھ بھی ہے موہ بھی ہے کام بھی ہے
اُن نصایح سے جو مرقوم ہیں رامائن میں / نیک انسان کا ہے آغاز بھی انجام بھی ہے
نظم میں تو نے کئی بار لکھے رام چرتر / اے اُفقِ جن سے ترا شہرہ بھی ہے نام بھی ہے

اب دکھا نثر میں اعجاز بیانی اپنی
مشغلہ بھی ہے۔ علاجِ غمِ دآلام بھی ہے

یہاں سے خامۂ رنگیں سخن پرداز ہوتا ہے
نمایاں فکر افسوں ساز کا اعجاز ہوتا ہے

گلچینانِ گلبنِ معانی! نخلبندانِ گلشنِ نکتہ دانی! آپ نے گلزار کائنات کی سیر
چمنستانِ معلومات کی گلگشت میں بوستانِ ندرت و خیابانِ قدرت کے لاکھوں
ں ثمر دار شجر پر بہار دیکھے ہوں گے۔ اور اُن کے پتے پتے بوٹے بوٹے کے
ں ونگار سے آنکھیں ہری کی ہونگی۔ ان دو روزہ بہار عارضی کے سبزہ زار دل
فضا نظر فریبی اور دلفریبی کے واسطے نگار خانۂ ارژنگ سے کم نہیں۔ پتا پتا
آنکھیں ہری اور طبیعت گلزار کرنے میں یدِ طولےٰ رکھتا ہے وسرو آزاد ہے یا شمشاد
ادھر صورت نظر آئی کہ سرو قدان سمن فام و شمشاد قامتانِ گل اندام کی تصویر

آنکھوں میں گھر کر گئی۔ سمن ہے یا نسترن۔ مہک مہک کر گل عذار و زخسار خوشبو دماغ میں بھر گئی۔ سنبل نے گیسوئے مشکیں و زلفِ عنبریں کا نظارہ دکھا کر کو دامِ محبت میں گرفتار کیا۔ نرگس نے مردمِ دیدہ کو چشمِ سرگیں و دیدۂ شرگیں سے دو چار کیا۔ سوسن نے غنچہ دہنوں کے لبِ گلگلوں کی ادواسٹ دکھا دی۔ اناروں نے غنچہ لبوں کی کھلی ہوئی بتیسی کی یاد دلا دی۔ دل تو دل ایک نگاہِ غلط انداز بھی خوشے خوشے پر شیفتہ ہو جاتی ہے۔ نگاہ تو نگاہ کلی کلی اچٹی ہوئی طبیعت کو بھی اپنا فریفتہ بناتی ہے۔ مگر یہ نظارہ کیا ہے۔ چار دن کی چاندنی۔ یہ تفریح کیا ہے۔ دو روزہ بہار کا ایک طلسم۔ پریوں کے چھلاوے کو ثبات ہے۔ اس کو ذرا بھی قیام نہیں۔ شررِ کو ذائقۂ حیات ہے۔ مگر اس میں لطفِ زندگی کا نام نہیں۔

ناظرین با تمکین! آپ باغِ مخلوقات کی خوب سیر کر چکے۔ گلشنِ کائنات کی گلگشت سے دل بھر چکے۔ کبھی پھولوں سے دماغ تر کیا۔ کبھی غنچوں سے مشامِ جان معطر کیا۔ آئیے ہم آپ کو اس باغ کی ہوا کھلائیں۔ جس کی نسیمِ سحری کے جھونکوں کا مزہ لینے کو چشمِ باطن کی پتلیاں ہوا خوری کے لئے رات دن اس روش سے اس روش پر سرگرم رفتار ہیں۔ ادھر دیکھئے ہم آپ کو نخلِ ہمیشہ بہار اور درختِ میوہ دار دکھائیں۔ جس سے بیکنٹھ کا کلپ برکش بھی شرمسار اور جس کی پتی پتی پر اندر کا پارجات برکش نثار ہے۔ وہ درخت آپ سمجھے کون ہے؟ اسے رامائن کہتے ہیں۔ جس کی بہار ہی نرالی اور گلفشانی ہی انوکھی ہے۔ یہ چھتنارہ درخت جس بیج سے اُگ کر بار آور ہوا ہے۔ اُس کا نام ہے برہما۔ اس کے اتھنے گیان کے نام سے موسوم ہیں۔ اس کی شاخوں کو سکانڈ کہتے ہیں۔ اس کے ہرے بھرے پتے ۲۴ ہزار شلوک ہیں۔ پانچ سُہرِگ نرم نرم کونپلوں کی بہار دکھاتے ہیں۔ اس کے سیراب و شاداب کرنے والے وہ رشی منی ہیں۔ جن کا خطاب ہے۔ نخلبندِ گلشنِ ریاضت و عبادت باغبانِ چمنستانِ کشف و کرامات۔ اس کے پھولوں کا کیا پوچھنا۔ ارتھ دھرم۔ کام موکش۔ چاروں کے چاروں پھل اسکے ثمر خوشگوار ہیں۔ اس نخلِ پُر بہار کے پتے پتے بوٹے بوٹے باغ کی بہار ہیں۔ گنگا جی کا پر داہ داہ دا

ہمالیہ سے دھڑ دھڑ کرتی ہوئی دھارا آتی اور لہریں لیتی موجیں مارتی
بہ جاتی - رامائن بھی بھاگیرتی کا سا پرواہ ہے - رامچندر جی کے ذکر گنگا بید
والمیک جی کی طبع مواج سرچشمہ یہیں سے دریائے معرفت و بحر حقیقت
سانپ کی طرح لہراتا - دھوپ چاندنی میں چمک دکھاتا اُس قلزم ناپیدا کنار سے
واصل ہو جاتا ہے - جسے مغفرت کہئے تو زیبا - گنگا جی کی لہر کا کیا کہنا - چیز
پاک ہو یا ناپاک - خس ہو یا خاشاک - گل ہو یا خار - خاک اکسیر ہو یا غبار
سب کو ایک ہی حالت میں بہا کر سمندر میں ملا دیتی ہے - رامائن کی بھی بجنسہٖ
وہی حالت ہے - جاہل ہو یا عاقل - تونگر ہو یا بے زر - یتیم ہو یا معصوم -
خوش ہو یا مغموم - تر دامن ہو یا پاک دامن - زر بہ دامن ہو یا چاک دامن
رنجیدہ ہو یا سنجیدہ - آفت رسیدہ ہو یا سرد و گرم زمانہ دیدہ قاری ہو یا سامع
قانع ہو یا طامع - سب کو یکساں طور پر نجات دلا دیتی ہے - جن انتریامی نرلوک
کے سوامی کا وید نے پتا دیا ہے - انہوں نے راجہ دسرتھ کے یہاں اوتار لیا
ہے - کوشلیا کے فرزند کہلائے - رامچند کہلائے - والمیک جی نے بھی قالبِ
عنصری کو زینت - پیکر خاکی کو عزت دی - رامائن کے نفسِ ناطقہ کا کام کیا -
زمانے میں نام کیا - ایشور کے اتہاس پرمیشور کے راس بلاس سُننے کا طریقہ یہ
ہے - کہ جب رامائن شروع آفتابِ عقیدت طلوع ہو - سامعین سچے دل اور
پورے پریم کے ساتھ دسرتھ کے چاروں راج دلاروں کی یاد کریں - رام
لکشمن - بھرت - سترگھن کے گنا نباد سے دلشاد کریں - پھر والمیک جی کو نمسکار
واجب ہے - صدقِ عقیدت کا اظہار مناسب ہے - جس رامائن روپی درخت
کا ہم ذکر کر آئے ہیں - جس کے برگ و بار دکھائے ہیں - اُس پر والمیک جی
کا طوطیٔ طبع ارجمند شکر شکن اور بلبلِ فکرِ بلند چہچہہ زن ہے - رامائن دلوں
پر موہنی ڈالنے میں اپنی آپ نظیر ہے - لفظ لفظ دلپذیر ہے - رام جرنزدہ بیابان
ہیں - والمیک جی اس کے شیر نیستان ہیں - رامائن کی برکتیں خاص طور
پر اثر کرتی ہیں - ناپاک روحیں بھی تیرتی ہیں - گو اس امرت کا چشمہ لہریں
لیا کرتا ہے - مگر والمیک جی کا دل نہیں بھرتا - جو پورنہ کمار سمندر ہمت تا بچہ

دار پل پار تے سمندر کے پار ہو گئے۔ سیتا جی کی فکر دُور کی۔ طبیعت مسرور کی۔ اُن کو نمسکار۔ اُن کی عظمت و بزرگی کا اقرار جس وقت مہابیر جی نے سمندر عبور کیا۔ سیتا جی کا غم دُور کیا۔ یہ صدا آتی تھی۔ زبان یوں گوہر سنجی فرماتی تھی کہ میں ناچیز بندر۔ نہ قسمت یاور نہ طالع سکندر۔ سمندر پھاند جاؤں۔ آندھی کے جھونکوں کو شرماؤں۔ یہ میرا کام نہیں۔ اس میں بہادری کا نام نہیں۔ جو کچھ ہے رامچندر جی کی مایا ہے جن کا اپنے سر پر سایہ ہے۔ جب سیتا جی کے پاس گئے۔ حواس کھو گئے۔ دیکھا کہ مہارانی اُداس ہیں۔ محو یاس ہیں۔ دل ناشاد ہے۔ رگھوناتھ جی کی یاد ہے۔ رویاں رویاں رام رام رٹ رہا ہے۔ وقت اسی مشغلے میں کٹ رہا ہے۔ تاب نہ آئی۔ تیوری چڑھائی۔ دل بھر آیا۔ آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ آگ ہو کر دل کا بخار نکالا۔ لنکا کو جلا ڈالا۔ ہنومان جی فرماتے ہیں۔ زبان سے پھول برساتے ہیں۔ کہ جس طرح سیتا جی یاد فرماتی ہیں۔ تصور میں دھیان لگاتی ہیں۔ اُسی طرح انسان ضعیف البیان بھی یاد کرے۔ تو دل عقیدت منزل کو شاد کرے۔ سب بلائیں ٹل جائیں۔ لنکا کی طرح کام کرودھ لوبھ موہ جل جائیں ہنومان جی نے نفس امارہ کو مار کر دشمنوں کو دبایا ہے۔ مردانگی میں نام پایا ہے جو شخص اپنی اندری کو مارے۔ دشمنوں کو ہنومان جی کیطرح تلوار کے گھاٹ اُتارے۔ اندریوں سے بڑھکر نہ کوئی شہزور ہے نہ قوی دست۔ انکے آگے نہ شیر ژیاں کچھ چیز ہے نہ فیل مست۔ نگران پر جو ور ہوا۔ زیر سے زبر ہوا۔ سمجھ لیجئے کہ غنچہ مراد کھل گیا۔ رامچندر جی کی ذات والا صفات سے مل گیا۔ شاستر کہتے ہیں۔ کہ ستنا اور است کی چھان بین کرو۔ تو اپنے آپ کو رامچندر جی میں لین کرو۔ ہنومان جی کو بندر سمجھنا بالکل بے اصول ہے۔ سمجھ کی بھول ہے۔ یہ ہمہ صفت موصوف ہیں۔ عقل و فہم میں مشہور و معروف ہیں۔ اگر یہ گمان ہو کہ بندر ہونے پر ہنومان جی کا مرتبہ کیوں بالا ہوا درجہ اعلےٰ ہوا اس پر حیرانی فضول۔ تعجب بے اصول ہے۔ بجرنگ بلی کو رامچندر جی کی اٹل بھگتی نے سب کا سرتاج بنایا۔ سب ایشور کے بھگتوں سے بڑھایا۔ وکرم بلی کل شاستروں کے عالم باعمل ہیں۔ اس وجہ سے بھی سب سے افضل ہیں۔ جو نہ شاستروں سے واقف نہ رامچندر جی کی بھگتی سے آگاہ وہ روسیاہ ہے۔ اس پر

چار پائے بر و کتابے چند
کی مثل صادق آتی ہے۔ وہ وہ خر نامشخص ہے جس کو نعمتوں کے عوض غلاظت
ہی بھاتی ہے۔ ویدوں کی واقفیت نے مہابیر جی کا مرتبہ تو بلند ہی کیا ہے۔
شاستروں کی علمیت نے ارجمند ہی کیا ہے۔ مگر نہیں بھگتی نے سونا اور سوگندھ
کی کہاوت سچ کر دکھائی ہے۔ منزلت دیوتاؤں سے بھی بڑھائی ہے جس کے
دل پر رامچندر جی کے پریم نے اثر کیا ہے۔ بھگتی نے قالب میں گھر کیا ہے۔
وہی افضل الکائنات ہے وہی مجمع الصفات ہے۔
گو مہابیر جی پون کے نورِ نظر ہیں۔ کیسری کے لختِ جگر ہیں۔ انجنی کے
ضو بصر ہیں۔ اور کہنے کو بانر ہیں۔ تاہم بانر سمجھنا بے معنی ہے۔ ایسا خیال لایعنی
ہے۔ بانر کا مطلب ہی اور ہے۔ پہلو قابلِ غور ہے۔ اُن کو پرمیشور کا پارکھد ماننا
چاہیئے۔ ایشور کا سروپ جاننا چاہیئے۔ رامچندر کلیان سروپ ہیں۔ اُن کے چرتر
الوپ ہیں۔ جس طرح چندرماں دامن کوہ سے طلوع ہو کر پرنور ہوتا ہے۔ اسی
طرح کائنات کی نجات کے لئے رامچندر کا ظہور ہوتا ہے۔ جب اوتار لیتے ہیں۔
گناہ و زمین کا بوجھ اُتار دیتے ہیں۔ رامچندر نراکار ہیں۔ نردکار ہیں۔ رگھوبنس کے
آفتاب عالمتاب ہیں۔ چار پدارتھ دینے والے اور واقعی مسبب الاسباب ہیں
سورج بنس کے چندرماں ہیں۔ کوشلیا کے راحت جاں۔ کوشلیا سے بھگتی بھی
مراد ہے۔ اسی پر عالمان زمانہ کا صاد ہے۔ رام کے نام میں بھی تاویل فاضلان
یگانہ کی دلیل ہے کہ رامچندر ہمہ از دست ہیں ہمہ اوست ہیں۔ گل و بلبل سرو
و صلصل۔ سیارہ واختر۔ معدن و گوہر۔ دشمن و دوست۔ رگ و پوست سب میں
موجود ہیں۔ مختار ہست و بود ہیں۔ پتے پتے میں ظہور۔ ذرے ذرے میں نور عیاں
اور نہاں۔ گم اور عیاں۔ پوشیدہ اور ظاہر۔ ہو الاول اور ہو الآخر۔ راون کے مارنے
والے رگھوبنسیوں کے تاج سر۔ دسرتھ کے جان و جگر۔ دسرتھ پر خود دیال ہوئے
کوشلیا کی گودی کے لال ہوئے۔ دسرتھ کو نقد آرزو سے مالا مال کیا۔ قالب
انسانی میں ظہور فرما کر بھگتوں کو نہال کیا۔
والمیک جی کا استھان ہے عبادت و ریاضت کا سامان ہے۔ رشی جی جو نظر اٹھاتے

ہیں تو دیکھا کہ نارو جی آتے ہیں۔ اُٹھ کر استقبال کیا۔ بٹھلا کر سوال کیا کہ:۔

منی مہاراج! اس زمانے میں ہمہ صفت موصوف کون ہے۔ کل اوصاف میں مشہور ومعروف کون ہے۔ جس کی ذات پر دھرم کو ناز ہے۔ جو راست روی میں ممتاز ہو۔ جس کے فضائل وخصائل بے نظیر ہوں۔ جس کے سلوک واحسان عالمگیر ہوں۔ راستی جس کا شعار ہو۔ جو مستقل مزاجی میں فرد روزگار ہو۔ جس کے کارنامہ قدرت زمانے میں انتخاب ہوں۔ جس کے کاروبارِ ندرت لاجواب ہوں۔ جو محافظ کائنات ہو۔ جو خبر گیرِ مخلوقات ہو۔ جسے جامۂ لیاقت وجامۂ طاقت کہہ سکیں۔ جس کے پرتو انوار سے آنکھوں کا نور بڑھے۔ جس کے شربتِ دیدار سے دل کا سرور بڑھے۔ جس کی آتما پرماتما کا آئینہ ہو۔ جس کا قلب روشن ضمیری کا گنجینہ ہو۔ جس نے دیو تکبر کو پچھاڑا۔ نخلِ غرور کو جڑ سے اکھاڑا جس کی نظرِ قہر سے دیوتاؤں کا دل دہلتا ہو۔ جس کی چشم غضب سے رکشسوں کا دم نکلتا ہو۔ اگر کوئی ہو تو بتائیے۔ زبان گوہر فشاں سے فرمائیے۔ مجھ کو اب تک کسی فرد واحد کا پتہ نہیں۔ جو ان سب اوصاف میں فرد آفاق ہو تمام خصائل میں طاق ہو۔ اس لئے عرضِ مدعا ہے ادب سے التجا ہے کہ آپ ہی مہربانی فرمائیں۔ دُرج لب سے گہر افشانی فرمائیں۔ آپ جہانیاں جہانگرد ہیں۔ معلومات عالم میں فرد ہیں۔ آپ سے زیادہ کوئی واقفکار نہیں۔ آپ کی طرح حالاتِ زمانہ سے خبردار نہیں۔ پس گذارش منظور ہو۔ عنایت ضرور ہو۔

نارد۔ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ الفاظ میں تصویر کھینچ کر صورت ہی دکھاتا ہوں۔ اکشواکو کی نسل میں رامچندر ہیں۔ فضائل وخصائل میں سب سے سربلند ہیں۔ نخلبندِ گلشن ایجاد۔ دام نفس سے آزاد۔ دھرم کرم میں آپ ہی اپنی مثال۔ کمال بخش اہل کمال عقل وادراک میں لاجواب۔ شرمندہ ساز آفتاب۔ واضع قوانین قدرت۔ موجدِ آئین ندرت۔ لکشمی قبضۂ اقتدار میں۔ بقا وفنا اختیار میں۔ غفار بھی۔ قہار بھی۔ رحیم بھی۔ کریم بھی۔ عادل بھی۔ دریا دل بھی۔ صبر وتحمل سے ہر وقت کام۔ بُردباری میں نام۔ ڈیل ڈول درست۔ بدن چست۔ قوتِ بازو کوہ شکن۔ بازوئے طاقت پیل افگن۔ پیشانی سرچشمۂ نور۔ جبین سے

تجلی قدرت کا ظہور متوسط اندام ۔ بدن گنیشیام ۔ طرز و انداز تہذیب کا نمونہ ۔ پیکر خوبی میں عارض کا نور موفور خورشید سے دونا ۔ سانولے چہرے میں بجلی کی چمک بدن کے نیلگوں رنگ میں کندن کی سی دمک ۔ آنکھیں نشہ حسن میں چور ۔ مخزن نور رخ پر جلال خورشید ۔ تاکب پر تو ناہید ۔ لکشمی وابستۂ قدم ۔ اوصاف میں وحید عالم دھرم نام پر قربان ۔ بندگان خلایق کے حافظ و نگہبان ۔ خیال پتھر کی لکیر قیاس بمنزلہ نوشتۂ تقدیر ۔ پاکیزگی نفس لاثانی حسن خیال پر عالم جوانی ۔ پتا کے سامنے دست بستہ ۔ گرو کے قدموں پر کمر شکستہ ۔ خیال واقف حال و استقبال اقتدار سرچشمۂ دولت لازوال ۔ پرسرام کو نقطۂ مقابل تھے ۔ مگر چھتریوں کے قاتل تھے ۔ اسی سے سرگ لوک کی راہ بندکی ۔ کنج ریاضت کی گوشہ نشینی پسند کی ۔ کہدیا کہ جنگل پر قناعت کرو ۔ وہیں عبادت کرو ۔ رامچندر جی نے جٹایو کو مکت دی ۔ اجودھیا باسیوں کو پرم دھام کیا ۔ دشمنوں کے دشمن جانی ہیں ۔ خاص و عام کے محافظ زندگانی ہیں ۔ یہ آفتاب عالمتاب ہیں ۔ ان کے ظہور نور سے غفلت کی راتیں کٹتی ہیں ۔ نیندیں اچٹتی ہیں ۔ بارش رحمت سے زحمت دور ہوتی ہے ۔ پتی پتنی مسرور ہوتی ہے ۔ جب رامچندر جی کا راج تھا ۔ نہ کوئی مفلس نہ محتاج تھا چاروں ورن[1] مذہب کے پابند تھے ۔ دھرم کرم کی پیروی سے آنند تھے ۔ راجہ رامچندر دھرم کرم میں معروف ۔ دھرم کی حفاظت میں مصروف تھے ۔ راجہ کو مناسب ہے ۔ فرمانروا کو واجب ہے ۔ کہ رامچندر کی پیروی کرے ۔ ہمت قوی کرے ۔ جگیہ کو فرض منصبی جانے ۔ دان پن کو نوشتۂ راہ نجات مانے ۔ بدمعاشوں کو سزا دے ۔ نیک چلنوں کو جزا دے ۔ بھگتوں کو حفاظت کرنے میں رامچندر کا نظیر نہیں ۔ رگھوناتھ ایسا عاجزوں کا دستگیر نہیں ؀

ایک وقت دُرباسا رکھی نے راجہ امبریک کو شاپ دے دیا ۔ پرمیشور کے سو درشن چکر نے پیچھا کیا ۔ دُرباسا رکھی بھاگے ۔ نہ کوئی پیچھے نہ کوئی آگے رہ گئے آخر رامچندر جی نے سو درشن چکر پہ آنکھ لگالی ۔ دُرباسا کے سر کی بلا ٹالی ۔ پرہلاد کی مدد کی ۔ ہر بلا رد کی ۔ رامچندر دولت کمال سے مستغنی ہیں ۔ علم و ہنر کے دھنی ہیں ۔ نقاش

[1] برہمن چھتری ۔ ویش شودر ؀

نگارستانِ مخلوقات۔ صورت گرِ مرقعِ موجودات۔ سخن فہمی میں لاثانی۔ گرہ کشائے
عقدۂ معانی۔ تیر انداز۔ واقفِ راز۔ مایا اور برہم کے حقیقت شناس۔ قابلِ شکر و
سپاس۔ جوگ شاستر کے عالمِ متبحر۔ کرم کانڈ سے باخبر۔ قصہ مختصر۔ کون شاستر ہے
جو سری رامچندر نہیں جانتے۔ سب انہیں ہمہ دان مانتے ہیں۔ سمرتیاں لوحِ یادداشت
پر مرقوم ہیں۔ سب کنہ علوم انہیں معلوم ہیں۔ آل اندیشی نکتہ بینی خیال کا جوہر ہے
اور معاملہ فہمی و دقیقہ رسی معدنِ کمال کا گوہر۔ چونکہ رامچندر پراپکاری اور صاحب تمیز
ہیں۔ لہذا تینوں لوک میں ہر دلعزیز ہیں۔ پراپکار میں بے مثال۔ سادھوؤں کی
چال ڈھال۔ اُپکار کرنے میں ذاتی غرض کا خیال نہیں۔ نیکیوں کا عوض نظر میں کچھ
مال نہیں۔ ظاہر و باطن کا حال جانتے ہیں۔ رگ رگ نس نس پہچانتے ہیں اور
دیوتاؤں کی پرستش کے اصول اور اوقات ہیں۔ رامچندر ہر موقع پر رافع حاجات
ہیں۔ جب چاہو پوجن کرو۔ اعتقاد پھلتا ہے۔ ہر وقت معدن عبادت سے
گوہر مقصود نکلتا ہے۔ جس طرح دریا قلزم زخار سے مل جاتے ہیں۔ اسی طرح
رام کے بھگت بھی ذات سرچشمۂ انوار سے مل جاتے ہیں۔ رامچندر مالکِ
موجودات ہیں۔ معبود کائنات ہیں۔ برہمن کا اچھا چال چلن نہیں۔ تو وہ برہمن
نہیں۔ ویش یا شودر بھگتی کرنے والا ہے۔ تو وہی ایشور کا پیارا اور ذات و صفات
میں سب سے اعلےٰ ہے۔ بھگتی ذات و صفات کا فرق نہیں جانتی۔ صرف دل
کے پریم کو پہچانتی ہے۔ رامچندر دشمن و دوست دونوں کو تارتے ہیں۔ نیک
و بد کو بھوساگر سے پار اُتارتے ہیں۔ گھٹ گھٹ باسی ہیں۔ اُداسی ہیں۔ ہر
حال میں ایک رنگ رہتا ہے۔ ہر رنگ میں ایک ڈھنگ رہتا ہے۔ جان
کی طرح بدن میں۔ بوئے گل کی طرح چمن میں ہیں ٭

مائیہ اوصاف حمیدہ سرمایۂ خصائل پسندیدہ۔ کوشلیا کے روحِ رواں۔ راحت
و آرامِ جاں۔ ظرف بحرِ ناپیدا کنار کا سا۔ شرف خورشید پر انوار کا سا۔ خورشید
کا جلال چہرے پر نثار۔ قدر کا کمال پرتو انوار شرد پونو[1] کے چاند کی طرح نظارہ

[1] شرد پونو کا چاند کنوار کی پورنماشی کو ہوتا ہے۔ اس دن چندرماں کی روشنی امرت کے
مدمقابل مانی گئی ہے۔ ہندو اس شب کو تیوہار مناتے ہیں۔ اور اغذیہ لطیف و شیریں کو چا

جمال دکھانے والے۔ دیدۂ دل کی روشنی بڑھانے والے۔ نارد جی فرماتے ہیں۔ لبِ معجز بیان سے اعجاز دکھاتے ہیں۔ کہ رامچندر کے برابر کوئی اوتار نہیں ہوا۔ اس شکل و صورت میں نرالا کا رسالا کار نہیں ہوا۔ رامچندر کا شعلۂ غضب جنگ میں آتش شعلہ خیز ہے۔ نائرۂ غیظ برق کی طرح شرر انگیز ہے۔ بُرد باری میں زمین ہیں کوہ تمکین ہیں۔ دستِ خیر ابرِ دریا بار۔ کُبیر کا خزانہ ادنےٰ نثار سمندر اُچھو تو اُچھ جائے مگر کوئی رامچندر جی کے چشمۂ فیض کی تھاہ نہ پائے۔ رامچندر جی کے جاہ جلال کی کیا تعریف ہو۔ تائیدِ اقبال کی کیا توصیف ہو جتنے کہ بسوامتر اُن کی طلبی کے لئے خود آئے۔ اپنے کام بنائے۔ پرسرام جی بہادری میں کیسے مشہور تھے۔ زور بازو پر کس قدر مغرور تھے۔ چھتریوں کو حلال کیا۔ خون سے پرسا لال کیا۔ رامچندر جی نے ساری بگڑی گرہ بنا کر دی۔ آتشِ غرور سرد کر دی۔ رامچندر راجہ جسرتھ کے نگینِ تاج اور اپنے بھائیوں کے سرتاج ہیں۔ فضائل میں سب سے بالاتر۔ خصائل میں اعلےٰ تر۔ راجہ جسرتھ کے عزیزِ جان۔ عزیزِ جان ہی نہیں بلکہ روح و روان رامچندر رعایا کی پشت و پناہ تھے۔ بندگانِ خلائق کے بہی خواہ تھے۔ پرائے دُکھ سے کراہتے تھے۔ بیگانے یگانے کی بہتری چاہتے تھے۔ اسی سے دسرتھ نے تجویز کی کہ راج دوں۔ تخت و تاج دوں۔ لوگ بھی رامچندر کو سراہتے تھے رام کا سایۂ دامنِ دولت چاہتے تھے۔ مگر

اَن ہونی کے ہون کو تاکت ہیں سب کو۔
اَن ہونی ہونی نہیں جو ہونی ہو سو ہو
میرے من کچھ اور ہے کرتا کے من اور
داس تلو کا یوں کہے کہ جھوٹی من کی دوڑ
غور سے فکر سے تدبیر سے کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

ایک مرتبہ راجہ دسرتھ سرگرم کارزار تھے۔ ادھر بیت ادھر بہادران خنجر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) کی روشنی میں زانت بھر رکھ کر دوسرے روز ان چیزوں کو بطور آدویہ مقوی بصر کھاتے ہیں۔

گزار تھے۔ جدال و قتال کا بازار گرم تھا۔ نہ اِدھر کوئی موم تھا نہ اُدھر کوئی لقمۂ نرم تھا۔ سلاح جنگ کی مار تھی۔ تیر و تفنگ کی بوچھاڑ تھی۔ دفعتہً رتھ کے پہیے ٹوٹ گئے۔ بہادران دسرتھ کے جی چھوٹ گئے۔ رتھ گرنے لگا۔ قیامت کا سماں آنکھوں میں پھرنے لگا۔ کیکئی ہمراہ تھی۔ ہمراہ نہیں بلکہ پیش نگاہ تھی۔ منتر پڑھنا آغاز کیا صدق نیت نے اعجاز کیا۔ پہیے چکر کھانے لگے۔ راجہ دسرتھ پھر تیر برسانے لگے دیت خون میں شرابور۔ آب شمشیر میں غوطہ خور ہوئے۔ فتح نصیب اولیائے دولت ہوئی ظفر بستہ فتراک عظمت و صولت ہوئی۔ کوس فتح نے آوازۂ نصرت بلند کیا نوید ظفر نے دلاوران کشورستان کو خورسند کیا۔ راجہ دسرتھ نے کیکئی کی قدردانی کی۔ پہلے سے زیادہ نظر مہربانی کی۔ فرمایا جو مانگو صلہ دوں جس چیز کی جس سے طلب ہو دلا دوں۔ کیکئی بولی دو بردان دیجئے۔ ہاتھ ہارئیے زبان دیجئے جب دل میں آئیگا قول پورے کراؤنگی۔ جب موقعہ ملیگا یاد دلاؤنگی۔ دسرتھ نے کہا۔ قول جان کے ساتھ ہے۔ مگر سبیل ایفائے وعدہ تمہارے ہاتھ ہے۔ جب یاد دلاؤگی نقد مراد پاؤگی۔ میں وعدہ ٹالوں تو گنہگار۔ حرف نفی زبان سے نکالوں۔ تو شرمندۂ روزگار۔ اس وقت تو بات وہیں کی وہیں رہ گئی۔ ایک ہوا سی بہ گئی۔ مگر جب رامچندر کے راج کی بات چلی۔ تب کیکئی کی دال گلی۔ دسرتھ سے کہا حضرت سلامت وعدہ وفائی ہو۔ عہد پیمائی ہو۔ دو قول آپ ہارے ہیں۔ دم واپسیں سے ہاتھ پر ہاتھ مارے ہیں۔ بس وعدہ وعید پورے کیجئے۔ مجھے نقد مراد دیجئے۔ رام بن کی ہوا کھائیں۔ بھرت تاج و تخت پائیں۔ راجہ دسرتھ

دو زبانیں نہیں رکھتے تھے قلم کی صورت

قول مرداں جان دارد پر عمل تھا۔ جو منہ سے کہدیا۔ اٹل تھا۔ چھاتی پر پتھر رکھا مگر عہد شکنی سے عذر رکھا۔ رامچندر کو بن باس دینے پر رضامند ہو گئے۔ قول کے پابند ہو گئے۔ جان دے دی مگر اُف نہ کی۔ رامچندر باپ کے فرمانبردار تھے۔ سوتیلی ماں کے بھی اطاعت گذار تھے۔ باپ کی بات پٹ پڑنے نہ دی۔ کیکئی کی بات بگڑنے نہ دی۔ تائید قول و اقرار کی۔ صحرا نوردی اختیار کی۔ لچھمن جی بھائی تھے۔ بازو کا زور کلیجے کی توانائی تھے۔ انہوں نے بھی

جنگل کی راہ لی۔ برادرانہ محبت نباہ لی۔ سومترا دسرتھ کی مالک جان لکشمن کی
ماں بڑی خوشی سے بولی۔ بڑی مردانگی سے زبان کھولی۔ روح بدن۔ پیارے
لکشمن میں دھن ہوں۔ پرسن ہوں۔ لخت جگر نور نظر کمر کسو۔ رام کے ساتھ بن میں
بسو۔ تمہیں ماتا پتا کا رنج کیا۔ جب رام جانکی ساتھ ہیں تو شش و پنج کیا۔ وطن
کوئی چیز نہیں۔ چمن کوئی چیز نہیں۔ جہاں سر د دشمن۔ وہی چمن۔ جہاں رام
جلوہ افگن ہیں۔ وہی وطن ہے۔ وہ اجودھیا کیا جہاں رام نہیں۔ وہ گھر ویرانہ
ہے۔ جہاں چراغ شام نہیں۔ اجودھیا وہی ہے جہاں رامچندر کا قیام ہے
رات وہی ہے۔ جس میں تنویر ماہ تمام ہے۔ رام کی سچے دل سے خدمت کرنا
طاعت و اطاعت کرنا۔ لکشمن لائق بھائی تھے۔ صاحب دانائی تھے۔ رام کے
سایۂ عاطفت میں پناہ لی۔ صحرائے پرخار کی راہ لی۔ چھوٹے بھائی کا دھرم نباہا۔
وہی کیا جو سمترا نے چاہا۔ چھوٹا بھائی وہی ہے۔ جو بڑے بھائی کو باپ کے برابر
مانے۔ سایۂ سر اور سپر جانے ؛

جانکی جی رامچندر جی کی پران پیاری ہیں۔ اور واجب التعظیم عالی خاندان راجہ
جنک کی راجکماری۔ جنک بانی کائنات کا نام ہے۔ پھر ان کے فضائل میں کس
کو کلام ہے۔ جانکی جی ایشور سے وصل ہیں۔ کارساز عالم کی نقل کا اصل ہیں۔ دوئی کا
نام ونشان نہیں۔ یکتائی میں دخل گمان نہیں ؛

جانکی میں نہ ہے فرق اور نہ ہے رام میں فرق
ایک دونوں ہیں فقط نام کو ہے نام میں فرق
ہیں دھواں رام جو شعلے کو زبان دیتا ہے
جانکی شعلہ ہیں تو جس سے دھواں دیتا ہے

رام سیتا فی نفسہ یکجان دو قالب اور باہم مطلوب وطالب ہیں۔ خالق
کون ومکان ہیں۔ مالک دو جہاں ہیں۔ برہمانڈ زیور قدرت کا نگینہ ہے۔ کرۂ
نور و نار چہرۂ ندرت کا آئینہ۔ عورات میں سری جانکی جی سب سے افضل اور اوصاف
میں اکمل ہیں۔ ذی روحوں کے ذرائع ظہور سے سری جانکی جی کے جلوۂ مسعود
میں فرق رہا۔ ان کے پیکر نور کو یکتائی میں دعوے انا الشرق رہا۔ پرتھوی سے یہ

عالم شہود میں آئیں۔ نخل خود رو کی طرح گلشن وجود میں آئیں۔ سائے کی طرح
رامچندر کے ساتھ صحرا نوردی کی۔ نسیم و شمیم کی طرح دشت گردی کی۔ رامچندر
ماہ چار دہ تھے۔ یہ ثریا۔ یہ صبا تھیں۔ یہ موج نسیم۔ شرنگ بیر پور میں نکھادوں
کی بستی دیکھی۔ گوہ قوم کی عقیدت پرستی دیکھی۔ گنگا ندیاں پار ہوئے۔ بھاردواج
سے دوچار ہوئے۔ چترکوٹ میں قدم رنجہ فرمایا۔ کوہسار کو غیرت گلزار بنایا۔
وہاں استقامت گزیں ہوئے۔ گوشہ نشیں ہوئے۔ گو رامچندر بن باسی تھے۔
مگر گویا چمن میں تھے۔ جس طرح رشی لوگ ہرے بھرے جنگلوں میں لطف نظارۂ
قدرت کا اٹھاتے ہیں۔ ویرانی کو بھی غیرت گلزار بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح
سری رامچندر جی بھی گلگشت رہتے۔ مائل سیر دشت رہتے۔ قدم قدم پر بہار
نثار ہوتی تھی۔ ہوا سے گلگشت کوہ و صحرا کو نسیم بہار ہو رہی تھی۔ ادھر رامچندر
نے چترکوٹ پر قیام کیا۔ ادھر راجہ جسرتھ نے قضیۂ زندگی تمام کیا۔ رام رام
کہتے رہتے دم توڑ دیا۔ جان و جگر کی جدائی میں چولا چھوڑ دیا۔ بھرت جی نے
شہزادہ کریم نے فراغت پائی۔ تو ترک علائق کی دھن سمائی۔ بششٹ جی
نے بہت سمجھایا۔ [illegible] نشیب و فراز دکھایا۔ مگر بھرت جی نے
تخت سلطنت پر لات ماری۔ [illegible]۔ دشت غربت میں پہنچے۔ رامچندر
کی خدمت میں پہنچے۔ ادب سے عرض مدعا کی۔ منت و سماجت سے التجا کی۔
آپ سایۂ سر ہیں۔ میرے لئے سپر ہیں۔ دھرم آپ کی نظر میں چلتا ہے۔ نخل
مراد تیری توجہ سے پھولتا پھلتا ہے۔ جنگل کو چھوڑیئے۔ صحرا نوردی سے منہ
موڑیئے۔ اجودھیا سنسان پڑی ہے۔ سلطنت ویران پڑی ہے۔ تخت و
تاج لیجئے۔ راج کاج کیجئے۔ رام نے مجبوری کا اظہار کیا۔ صاف انکار کیا۔
پاؤں کی کھڑاویں عطا فرما کر محو گفتار ہوئے۔ زبان سے گوہر بار ہوئے۔ جن
قدموں کی خاک وہ اعجاز کر گئی۔ کہ اہلیا تر گئی۔ اُن کی کھڑاؤں اور رنگ
حکومت کے لئے کافی ہے۔ انہیں سے مفارقت کی تلافی ہے۔ تم رنج
و فکر نہ کرو۔ میری واپسی کا ذکر نہ کرو۔ اب گھر جاؤ۔ عامۂ خلائق کو چہرۂ
تشفی دکھاؤ۔ بھرت کو رنج فرقت گوارا نہ تھا۔ مگر چارہ نہ تھا۔ وہ جبراً قہراً واپس

آسیئے - تاج و تخت سے ہاتھ اٹھائے۔ اجودھیا کے جنوب میں خرام کیا نندی گرام میں قیام کیا۔ دُنیا سے مُنہ موڑا - اہل زمانہ سے تعلق توڑا مشغول ریاضت ہوئے۔ مصروف عبادت ہوئے۔ اجودھیا کے لوگ نندی گرام میں آتے تھے - بھرت جی کے درشن کر جاتے تھے - اُن کو جگہ سے ہلنا قسم تھا۔ پائے استقلال دھرو کی طرح ثابت قدم تھا۔ ادھر بھرت جی کا یہ حال ہوا - ادھر آرنیہ بن میں رامچندر جی کا نزولِ مرکب اجلال ہوا - براددھ راکشس دوچار ہوا۔ تو تیر اجل کا شکار ہوا - سر بھنگ رشی نے نجات کی دولت پائی پرم دھام میں جانے سکونت پائی۔ سوتکیشن کو جلوہ نمائی سے ممتاز کیا - اگست مُنی کو رونق افروزی سے سرفراز کیا - اگست جی نے استقبال کیا - اندر دھنش دیا - رامچندر جی نے تندک کھڑگ اور سارنگ دھنش لئے ہوئے بادیہ نوردی اختیار

کی یہ اندر دھنش وہ دھنش نہیں جو راجہ اندر کا مشہور ہے - دراصل یہ سارنگ دھنش تھا - جس کو سری وشنو جی نے پرسرام جی کو دیا تھا۔ اور پرسرام جی نے تندک تام تلوار کے ساتھ سری رامچندر جی کی خدمت میں پیش کیا تھا - رامچندر جی نے سارنگ دھنش اور تندک کھڑگ دونو تحفوں کو بہ نظر حقارت دریا میں پھینک دیا - یہ تھیا - اس طرح سے برن لوک میں پہنچے - برن جی نے اندر کو دے دیئے - اور کہا کہ یہ رامچندر جی کی امانت ہیں - جب رامچندر جی بن میں تشریف لائیں - تو ان کے حوالے کر دینا۔

سارنگ دھنش کس کا نام ہے - اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے - ضرور قابل یادداشت ہے - جیمنی پاٹن کے دھنر وید میں لکھا ہے -

یعنی لڑائی کے دھنش دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) سارنگ جس کو جانوروں کے سینگ گلا کر بناتے ہیں -

(۲) بانس کی کمان بانس سے بنتی ہے -

یہاں پر یہ بھی خیال رہے کہ جانوروں کے سینگ گلا کر دھنش بنانا حیرت انگیز نہیں ولائیت میں جس کانچ کا نام بون گلاس Boan glass. ہے وہ بھی اسی ترکیب سے بنائی جاتی ہے -

کی ۔ رشیوں نے حاضر ہو ہو کر استدعائے قتل کفار کی ۔
سب رشی منی راجچندرجی کے پاس آئے ۔ لبوں پہ حرف التماس لا کر کہ کشش
دلآزار ہیں ۔ ایذارساں اہل روزگار ہیں ۔ ان کی تادیب کا کیا انتظام ہے یہاں
تو زندگی حرام ہے ۔ راجچندرجی نے درافشانی کی ۔ زبان فیض ترجمان سے رطب للسانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳)

ان دو قسم کے دھنشوں کی شکل و صورت ایک طرح کی نہیں ہوتی ۔ چنانچہ

ہے یہ مطلب ہے ۔ کہ سینگ کی دھنش کو تین جگہ خم ہوتے تھے ۔ اور بانس کی دھنش کے
خم سے ان میں فرق ہے ۔ ان دو قسموں کی کمانوں کی شکل یہ ہے ۔

بانس کی دھنش — سارنگ دھنش — پردہ سارنگ، دھرمیں

اس کا مطلب یہ ہے ۔ کہ سارنگ دھنش بشن جی کا خاص الخاص استر د
ہتھیار ساڑھے تین ہاتھ کا ہے ۔ اس کو بسوکرماں نے بنایا تھا ۔ بشن جی کے سوا
سرگ پاتال پرتھی میں کسی کی طاقت نہیں چڑھا سکے ۔ یا قابو میں رکھ سکے ۔ انسانوں
کے استعمال کا سارنگ دھنش تین ہاتھ کا ہونا چاہیئے ۔ اس دھنش کو گھوڑے
اور ہاتھی پر سوار ہو کر چلاتے ہیں ۔ رتھ سوار اور پیادہ کے لئے بانس کا
دھنش مناسب ہے ۔

کی۔ کہ گھبرائیے نہیں اطمینان رکھیے۔ سب کام ٹھیک ٹھاک ہو جائیگا۔ سارا قصہ پاک ہو جائیگا۔

نارد جی نے اس موقع پر جس عذب البیانی شیریں زبانی سے کام لیا ہم اس کو پھیکی نثر میں دکھانا نہیں چاہتے۔ ناظرین کی طبیعت کو تھکانا نہیں چاہتے اس لئے اُن کے مطالب کو قالب نظم پہنانے کے لئے خون جگر سے کام لے کر ناظرین کی ضیافت طبع کرتے ہیں۔ اور شاہد مضامین ذیل میں ہر صفت عروس سے سنوارتے ہیں۔ نارد جی کی رطب اللسانی ہے۔ اور ہمارے قلم کی جادو بیانی ہے ٭

نظم

رام کے نام سے رام کی صورت دیکھی
آنکھ سے عزت و اکرام کی صورت دیکھی

دیدۂ دل نے جو اس نام کی صورت دیکھی
چشم باطن نے سر رام کی صورت دیکھی

دفع ہو رنج اگر لب پہ آ کار آ جائے
کھل جائے زبان پر جو مکار آ جائے

جو بشر کرتا ہے سیتا کا لقب ورد زباں
زخم دل سیتا ہے مٹ جاتی ہے ایذائے نہاں

منہ سے نکلا جو تو ان پورے ہوئے سب ارماں
دست رحمت سے سیا نے سیا چاک داماں

جانکی جی کا جہاں نام زباں پر آیا
جان کی خیر ہوئی مقصود دل بر آیا

پاپ ان ناموں کے رٹ لینے سے کٹ جاتا ہے
پاٹھ سے پاٹ یم راج کا گھٹ جاتا ہے

ٹاٹ افلاک و فلاکت کا الٹ جاتا ہے
آ کے یم راج سرہانے سے پلٹ جاتا ہے

نام ان ناموں سے نہیں بدبختی کا
نام مٹ جاتا ہے تشویش و تیرہ بختی کا

دل پھڑک اٹھا جہاں رام کی جھانکی دیکھی
کھلیں آنکھیں جو وہ چھب آنکھ نے بانکی دیکھی

روش پر زینت شاہانہ کماں کی دیکھی
نرگس چشم نے تصویر رماں کی دیکھی

سانولے رنگ میں چہرے کی چمک ملتی ہے
ابر میں روشنی برقِ فلک ملتی ہے

تنو فشاں برا ج سنگھاسن پہ نقش والماس
سندر بدن پہ چتر سر مکمل اجلاس
ستر دہن اور بھرت فوت بازو چپ و راس
جانکی بائیں طرف پہنے عروسانہ لباس

مور چھل سر پہ لکھن آٹھ پہر جھلتے ہیں
سر پہ چھترنگ لی مہابیر جنوبر جھلتے ہیں

جانکی جی کے لیے فرشِ پلک رہتی ہے
ہر بنا گوش میں کنڈل کی جھلک رہتی ہے
رخِ پرنور میں کندن کی دمک رہتی ہے
چاند سورج میں کفِ پا کی چمک رہتی ہے

منقش چھپا ہو پھر سبز شیوتا تلک سے دیکھا
جس نے دیکھا اسے خورشید کے شک سے دیکھا

ہے مبارک وہ بشر جس نے یہ چھب دیکھی ہے
خوبیِ چشم سیہ سرخیِ لب دیکھی ہے
آنکھ سے میمنت نام لقب دیکھی ہے
رام آئے ہیں نظر شے کوئی جب دیکھی ہے

غمِ دنیا غمِ فردا غمِ عصیاں نہ رہا
دیوتا ہو گیا انساں سے وہ انساں نہ رہا

مندروں میں بھی چھب اہلِ نظر دیکھتے ہیں
یوں تو زنّار کو سب کا لشتر دیکھتے ہیں
سنگ میں نورِ ازل جائے شرر دیکھتے ہیں
اس طرف رام کی مورت کو اگر دیکھتے ہیں

چشمِ دل کو وہی تصویر نظر آتی ہے
سامنے صورتِ رگھبیر نظر آتی ہے

کبھی گہوارے میں رگھوبر کو مچلتے دیکھا
کبھی ماں باپ کی آغوش میں پلتے دیکھا
کبھی صحرا میں کبھی گھٹنیوں چلتے دیکھا
سر اعدا کبھی قدموں سے کچلتے دیکھا

کبھی تو کھنڈ دھنش کے لئے رگھوناتھ چلے
کبھی تنہا لئے سیتا کے کبھی ساتھ چلے

کیا کہیں چشمِ تصور جو سماں دیکھتی ہے
رام چلتے ہیں جدھر اور جہاں دیکھتی ہے
شیش کے چمن میں کبھی جلوہ کناں دیکھتی ہے
کبھی دل میں کبھی قربِ رگِ جاں دیکھتی ہے

کبھی مورت میں وہی موہنی مورت دیکھی

کبھی آنکھوں میں وہی سانولی صورت دیکھی

اس تصور کا نظر نے جو نظارہ دیکھا　　اوج پر خوب ہی قسمت کا ستارہ دیکھا
آنکھ نے صدق عقیدت کا اشارہ دیکھا　　پہلے جو دیکھا تھا جلوہ وہ دوبارہ دیکھا

اے اُفقؔ رام کے ہوں کس طرح فضائل بیان
شیش جی سے کبھی نہ رگھبر کے خصائل ہوں بیاں

جلوے آئے جو تر تیتا میں نظر عالم کو　　شیو کو سنکاد کو نارد کو زن گوتم کو
نل کو سگریو کو انگد کو سمری کو ہم کو　　رام لیلا نے وہی آج دکھائے ہم کو

دیوتوں کے جو منہ پیا اس میں نظر آتے ہیں
پریم کے اشک بھر اک آنکھ میں بھر آتے ہیں

ہر طرف دور تریتا کی ہوا آتی ہے　　ہفت افلاک سے جے جے کی صدا آتی ہے
محفل اندر سے آواز غنا آتی ہے　　پاؤں چھونے کو پون ست کی صبا آتی ہے

جنم دسرتھ کا آنچل ہو گیا ست کے پھل سے
عقدہ حل ہو گیا قدرت کا جنک کے ہل سے

حد سے راون کے مظالم کی جو گذری تعداد　　پرتھوی سے نہ اٹھا کوہ جفا و بیداد
چھیر ساگر پہ گئو بن کے گئی تسبیح　　بشن جی کی نظر رحم سے چاہی امداد

ہوا الہام نہ گھبرائیں خبر لیتا ہوں
جنم اجودھیا کے مہاراج کے گھر لیتا ہوں

ہوئی رکھرائے شرنگی کی ریاضت اکسیر　　راجہ دسرتھ کی مہارانیوں نے کھائی کھیر
عالم افروز ہوئے مثل مہ و مہر منیر　　شتر بن - بھرت لکھن اور سیاپت رگھبیر

دھرم میں چار عناصر کے یہی بانی ہیں
چار ویدان کے لئے ثنا خوانی ہیں

مچ گئی دھوم زمانے میں کہ اوتار ہوا　　ذات ہے جس کی نراکار وہ ساکار ہوا
نظر افروز جہاں روئے پر انوار ہوا　　جو تھا وہ جرعہ کش شربت دیدار ہوا

آسماں بدلا زمیں بدلی زمانہ بدلا
ہوا تبدیل مکاں صاحب خانہ بدلا

جگمگا اٹھا کفِ پا کی ضیا سے رنواس ہوا بیکنٹھ اودھ دیش اجودھیا کیلاش
طرفہ تھے کھیل کلیل اور عجب راس بلاس دیوتا بنتے تھے حاضر پئے خدمت چپڑاس

خلق کی آنکھ کے پردے تھے بچھونے انکے
چاند سورج تھے لڑکپن میں کھلونے انکے

علم پڑھکر جو اُستادوں کے اُستاد ہوئے پھول اُٹھے دل میں سری گادھ کے شاد ہوئے
راجہ دسرتھ سے ملے شاکی بیداد ہوئے طالب رام و لکھمن سائل امداد ہوئے

سر تسلیم شہنشاہ کو جھکانا ہی پڑا
رکھ کے ہمراہ لکھمن رام کو جانا ہی پڑا

یگیہ کرتے تھے جو رشی گادھ سوں شاہ نگاہ تاڑکا طلبتی تھی کردیتی تھی سامان تباہ
آکے زچ کرتے تھے کہہ دیتے تھے پاپ و گناہ تھا نہاں کا کوئی رستہ نہ کوئی امن کی راہ

کاٹ کرتی زباں تیغ ستمگاری کی
لمھ رشی کو منظور تھی پاداش دل آزاری کی

بن میں آکر کیا جاگ تپیکے سری بشن کا نام ہوئے لچھمن جو نگہبان تو محافظ ہوئے رام
سُن کے دوڑ آئے دیت چگیا ہنگامہ تمام رام نے تیر سے سب اک کا کیا کام تمام

جو کوئی آگیا زد پہ ہوا کٹ کر دور گرا
اڑ کے مارتچ قریب یم شفور گرا

ان دنوں دھوم وعشق تگیہ کی جنکپور میں تھی روشنی رخ سیتا سہ پرنور میں تھی
ہوس عقد ول تیہ و قیصر و فغفور میں تھی نوس توڑیں یہ سمائی دل مغرور میں تھی

گادھ سنت نے جو سنا عزم جنک پور کیا
ساتھ رگھبیر و لکھمن کے سفر دور کیا

رام کا چشمۂ قدرت تھا سفر میں جاری راہ میں خاک کفِ پا سے اہلیا تارہی
منتھلا تو سوئمبر کی ملی تیاری آئی دیدار کو دوڑتی ہوئی خلقت ساری

باغ میں الفت سیتا ہوئی چار آنکھوں سے
دونو دیکھا کئے جلووں کو ہزار آنکھوں سے

جب سوئمبر ہوا ہر کھنڈ سے مہپال آئے دیوتا آئے سلاطین خوش اقبال آئے

ایسے مست ہوئے زور ایسے قوی بال آئے
پاؤں رکھدیں جو سرِ خاک تو بھونچال آئے

لیکن انداز گرانی کمان ہل نہ سکا

لاکھ ہل ہل کے کیا زور دھنش ہل نہ سکا

پانی پانی ہوئے سب شرم سے قسمت پھوٹی
زرد رُخ ہو گئے چہرے پہ ہوائی چھوٹی

ہوش اڑے پست ہوا حوصلہ ہمت ٹوٹی
دھاک مٹی میں ملی کھل گئی شیخی جھوٹی

سری متھلیش کا اس رنگ سے جی چھوٹ گیا

ہمتیں ٹوٹی ہوئی دیکھ کے دل ٹوٹ گیا

گرجے غصے سے سلاطین زرہ پوش پہ تف
جمع بے درد و بے خرد و ہوش پہ تف

دست بازو پہ ہے زد اور تن و توش پہ تف
ہمت و حوصلہ و زعم پہ تف جوش پہ تف

منہ دکھانے کی کسی کو کوئی صورت نہ رہی

چوڑیاں ٹوٹ گئیں سوکھ کی غیرت نہ رہی

تاب ان باتوں سے آئی نہ سری لچھمن کو
لشٹن کا جھکڑ ملا قہر بھری چتون کو

تمتماہٹ نے کیا سرخ رُخِ روشن کو
نہ رُکا جوش اُٹھے چھوڑ کے سنگھاسن کو

بھرے متھلیش کا یہ منہ کہ یوں آئے منہ

میری طاقت ابھی دیکھے تو اتر جائے منہ

دم دو ہے کوہ الٹ جائیں جو ٹکڑوں میں
تہ و بالا طبق خاک و فلک کردوں میں

ٹھیک کچھ و بر نہ ہو ہوش جنک کے دل میں
سارے برہمانڈ میں اس قوس کو چکر دوں میں

رام نے غیظ نگہ کر کے اشارہ روکا

نہ دکھانے دیا چھتر کا نظارہ روکا

خود رکھیشر کے اشارے سے سری رام اُٹھے
کر کے مرشد کو لب عجز سے پرنام اُٹھے

بہرِ تعظیم مہاراجۂ عظام اُٹھے
دستِ محانت دعاؤں کو لب بام اُٹھے

رام کے زور سے شہزوروں کا جی چھوٹ گیا

دستِ نازک سے اٹھاتے ہی دھنش ٹوٹ گیا

آنکھ نیچی ہوئی راجوں کی سری گھبرائے
راکشس سہم گئے کانپ اُٹھے بھاگے ڈر سے

آئیں جے جے کی صدائیں لبِ ہفت اختر سے
دُندبھی بجنے لگی پھول فلک سے برسے

جانکی جی کی عیاں خوبیِ اقبال ہوئی
رام کے زیبِ گلو ہاتھ کی جیمال ہوئی

سُن کے یہ حال سرِ بزم پرسرام آئے — آئے یوں موت کا جس طور سے پیغام آئے
سب پہ گھبراتے ہوئے صورتِ ضرغام آئے — مثلِ شامت صفتِ گردشِ ایام آئے
بولے دِل آج مرا تو نے جنک توڑ دیا
سچ بتا کس نے سدا شیو کا دھنک توڑ دیا

شعلے چہرے پہ حرارت سے بھڑک اٹھتے تھے — چشم پر قہر میں انگارے دھک اٹھتے تھے
صاعقے ہاتھ کے پرسے میں چمک اٹھتے تھے — منہ میں جو آتا تھا بے ساختہ بک اٹھتے تھے
خوف ہر ایک کی گم نبضیں کیے دیتا تھا
خشک ہی روحِ جنک قبض کیے دیتا تھا

جرأت و تدبیر میں جو فرد تھا یکتا تھا — خوف کے مارے ذرا سانس نہ لے سکتا تھا
تھرتھری جسم میں تھی بیان نہ کر سکتا تھا — سب کے رُخ ڈھیلے تھے ایک ایک کا منہ تکتا تھا
بولتا تھا نہ کوئی رنج میں خاموشی تھی
چشم پوشی تھی نظر پوشی تھی روپوشی تھی

شیرِ بیشۂ شجاعت تھا لچھمن نے ٹوکا — چشم میں جوش تھا روکے سے نہ رک سکا
بولے خنجر نہ کیا نہیں ٹوٹا دھنک اب شیو کا — ہاں یہ خوب ہوا یونہی غرض ان دو کا
باتیں بات نکل آتی تھی تکراریں تھیں
میان سے نکلی ہوئی دونوں کی تلواریں تھیں

چھیڑ کی باتوں میں گہہ منہ پر انگل دیتے تھے — بات کرتے تھے تو جھنجھلا کے مسل دیتے تھے
اور کبھی ابتری ہوتی تو سنبھل دیتے تھے — رنگ تقریر ظرافت سے بدل دیتے تھے
ہوئے منظورِ لچھمن منہ کو جو کھلتے دیکھا
نہ رہے میان میں پرسی کو جو تنتے دیکھا

آتشِ قہر سے دال ہر رگ میں جلتی تھی — بس نہ تھا بات بنانے کو نہ ٹلتی تھی
لاکھ دال اپنی گلاتے تھے نہیں گلتی تھی — تیغ لچھمن کا تھا ایسا کہ نہ سمجھ چلتی تھی
دل ہر کانٹے کی طرح اپنا کھٹک جاتا تھا

جسم میں زہر تبسم سے چھٹک جاتا تھا

رنگ بگڑا ہوا رگھبر نے جو دیکھا بھالا — آتش قہر کے گل کرنے کو پانی ڈالا

آنے والی جو بلا سر پہ تھی اس کو ٹالا — پرسرام سے بولے کہ اے جناب والا

اب یہ دھنک ٹوٹ گیا عفو خطا ہو کہ نہ ہو

سر تسلیم ہے خم حکم سزا ہو کہ نہ ہو

دل پہ اس فقرۂ تہذیب نے جادو ڈالا — حلم نے چشم حقیقت کا مٹایا جالا

بولے یوں دیکے دھنک قوس قزح سے اعلیٰ — ہے جو چِلّہ چڑھ جائے تو ہوں قائل ذات والا

رام نے چلّہ چڑھاتے ہی دھنک تان لیا

بشن کا روپ پرسرام نے پہچان لیا

تاب نظارۂ انوار نہ دم بھر آئی — گئے جنگل میں صفت رام کی لب پر آئی

راجہ دسرتھ کی پھر امید دلی بر آئی — رام بیاہ کے گئے چھوٹی سی بہو گھر آئی

چھپ گیا گرد کا اجودھیا نے ہلال دیکھ لیا

گھر میں نورِ قدم بشن و لچھمی دیکھ لیا

بعد ازاں چرخ ستمگر نے ستمگاری کی — سر جی رگھوناتھ نے بنباس کی تیاری کی

ٹھیری جب رام کے اعزاز جہانداری کی — دفعتہً چھائی دل کیکئی پہ تاریکی

روٹھ بیٹھی کہ سر تاج بھرت کو کل راج ملے

رام بن باس کریں اور ان کو تاج ملے

طیب خاطر سے سر رام کو تھا دھرم کا پاس — کیکئی کا کیا شکوے کے عوض شکر و سپاس

نہ ہوا رنج نہ کچھ فکر نہ کچھ ڈر نہ ہراس — دل سے منظور کیا چودہ برس کا بن باس

مستعد دشت نوردی کو جو رگھوناتھ ہوئے

جانکی جی ہوئیں ہمراہ لچھمن ساتھ ہوئے

رنگ دکھلا گیا مہاراجہ دسرتھ کو سراپ — طائر جاں غم فرقت میں اڑا آپ سے آپ

جب ہوئے روز عزا ختم ہوا بھرت ملاپ — رانیاں ملتی تھیں رگھوناتھ سے کر کرکے بلاپ

منتیں سن کے مگر بن سے نہ رگھبر پلٹے

بھرت بھائی کی کھڑاؤں کو لئے گھر پلٹے

جا بجا رام نے کی سیر پھرے جنگل میں   جنم کیوٹ کا کیا جا کے سپھل اک پل میں
بھگت کا پایا مزہ سبوری کے جھوٹے پھل میں   سیر باں بنگلے رکھ من گئے جب سنبھل میں

بعدہٗ پنج وٹی جا کے اقامت رکھی
صید و گلگشت کی تفریح سے رغبت رکھی

سوپ نکھا بھیس بدل کر پئے شادی آئی   دیکھا تیرہ نے تو چار آنکھ نہ کی شرمائی
فعل گستاخ سے ناراض ہوئے رگھرائی   کاٹ لی ناک لکھمن کو نہ ذرا تاب آئی

رن میں لے آئی اجل گھیر کے کھر دوشن کو
رام نے قتل کیا تیر سے ہر دشمن کو

حال راون نے سنا جب تو چڑھا خون سر پر   پل پڑے صورت گیسوئے حسیں تیور پر
ہاتھ ڈالا نہ گیا تیغ ظفر پیکر پر   آ کے وارد ہوا ماریچ دیوتا کے در پر

اس کے فقرے سے سیاہ بالی چرایا اس کو
سحر دانشوں سے کپٹ مرگ بنایا اسکو

کی جو پیش نظر آہوئے صبا کی رفتار   رام خود تیر و کماں لیکے اٹھے بہر شکار
دوڑا بھاگا جو ہرن موت ہوئی سر پہ سوار   چیخ اٹھا یوں جگر ایسا ہوا ناوک سے فگار

آہ لچھمن کہ رواں روح ہوئی جاتی ہے
مطلب جان لیا تن مجروح ہوئی جاتی ہے

سری لچھمن نے بہت جانے سے انکار کیا   جانکی جی نے نہ مانا مگر اصرار کیا
گئے لچھمن تو فلک نے جگر افگار کیا   بے منڈھے بیل وشانن کی چڑھی وار کیا
(یعنی راون)

نہ ذرا کچھ سری لچھمن کو نہ رگھرائی کو
لے اڑا فقرے سے چپکے سے سیا مائی کو

لیکے بھید آئے لکھمن رام تو رو دیئے بلک کے   جاں اڑی رہ گیا سینے میں کلیجہ ہل کے
چور کی فکر میں ارمان نکالے دل کے   ہر طرف آنکھوں نے دوڑائے کٹورے تل کے

عزت و شت فزوں برہنہ پائی سے ہوئی
بڑھے آگے تو ملاقات جٹائی سے ہوئی

رام کا بھگت نہ دل سے پر تھا   دل زباں پر تھا فدا اس کا دل میں گھر تھا

جب گئے رام تو بیتاب تھا یہ مضطر تھا جسم سے جان نکلنے کو تھی حال ابتر تھا

رام سے بولا کہ قدموں پہ فدا ہوتا ہوں

پئے سیتا ہدفِ تیرِ قضا ہوتا ہوں

لیکے لنکیش جو سیتا کو ادھر سے گذرا وہ ہوا غم نہ جو اس بالہوس ہی نظر سے گذرا

بڑھا اس درجہ یم اشک کہ سر سے گذرا میں لڑا خوب مگر تیر جگر سے گذرا

یہ کہا تھا کہ کل ہارتے دم ٹوٹ گیا

روح سرپر میں گئی جسم یہیں چھوٹ گیا

کرکے کریا کرم آگے بڑھے رگھبیر رنجور ہوا افزوں شرفِ بادیہ پیما پور

بال کے خوف سے سگریو یہاں تھا مشہور زیرِ فرماں تھے کروڑوں سے زیادہ لنگور

دیکھ کر رام کو پابوس مہابیر ہوئے

داخلِ برجِ شرف اخترِ تقدیر ہوئے

روبرو رام کے جب نامۂ اعمال ہوا ہدفِ تیرِ اجل بالی قوی بال ہوا

شاہ سگریو کے قبضے میں زر و مال ہوا چودھویں رات کا چاند اخترِ اقبال ہوا

حسنِ خدمت سے مہابیر سرفراز ہوئے

فیضِ طاعت سے مشرف تھے ممتاز ہوئے

خدمتِ رام جو بجرنگ نے کی موزوں کی گئے سیتا کی خبر لینے تو لنکا پھونکی

فوج راون کی جو نیکی جو کسی نے چوں کی مار کر سب کو ندی رن میں بہا دی خوں کی

رام کے پاس سیتا جی کی نشانی لائے

شدھ دکھانے کے پیغام زبانی لائے

دل بھبھیکن کا ہوا بھائی سے جل کر کوئلا رام سے مل کے سنبھل کر لیا اپنا چولا

شہر لنکا پہ سری رام نے دھاوا بولا قلزم شور کا پل باندھ کے رستہ کھولا

فوج پار اتر ہی تو انگد گئے فہمائش کو

آگ ہی پھونکا عدو نے مگر آسائش کو

اب لڑائی چھڑی رن سور چڑھے مار ہوئی مورچے بندھ گئے حملے ہوئے پیکار ہوئی

گرز پر گرز ہوئے تیروں کی بوچھار ہوئی بارشِ آبِ دمِ خنجرِ خونخوار ہوئی

چولیں ڈھیلی ہوئیں میداں میں لنکا بھر کی
جب ہوا رام کے لشکر نے لڑائی سر کی

ایک دن ناک کے راون نے جو شکتی ماری — سری لچھمن کے لگا زخم ہوا غش طاری
رام کی آنکھ سے غم میں ہوئے آنسو جاری — فوج تھی محوِ الم مائل آہ و زاری

اُٹھے بجرنگ سکھینا کو اسی دم لائے
بید کو لائے نہیں زخم کا مرہم لائے

بید کو لا کے سنجیون بھی وہ شب لائے — مرضِ غم کے لئے داروئے مطلب لائے
سب کو حیرت تھی کب آئے گئے کب لائے — غرض اچھا ہوا بیمار وہ واجب لائے

سر پہ مینہ کلپ لتا پھول کا برسانے لگی
اندر کے لوک سے جے جے کی صدا آنے لگی

بھڑ پڑے شیر سے غرض نین ہیں تک اشیر — لڑے جی توڑ کے منہ جوڑ کے مردان دلیر
طبق خاک جوانوں کے لہو سے ہوا اسیر — جو زبردست تھے وہ رام لکھن سے ہوئے زیر

کنبھ کرن قتل ہوا سر پہ قیامت آئی
جان ہی رن میں جو گھن ناد کی شامت آئی — میگھ ناد

آخری رنگ میں شامت جو گھری راون کی — قسمت الٹی ہوئی کوڑی نہ پھری راون کی
کرکری ہو گئی تلوار گری راون کی — رام کا تیر لگا لاش گری راون کی

اندر جی پھول کلپ برکش کے برسانے لگے
دیوگندھرب سری رام کے جس گانے لگے

شہر لنکا کی بھبھیکن نے حکومت پائی — رام سیتا سے ملے فتح نے شہرت پائی
سری وکرم نے سرافرازی کی خدمت پائی — خیر مقدم کی اودھ والوں نے عزت پائی

راج گدی سے **اُفق** رام مہاراج ہوئے
تاج پوشی ہوئی سرتاجوں کے تاج ہوئے

نارد جی فرماتے ہیں کہ جب سری رامچندر راون کو مار چکے۔ پرتھی کا بھار اتار چکے۔ تب ایک انوکھا ہی کھیل ہوا۔ سخت ملال ہوا کہ جانکی جی راچھس کے

یہاں قید رہیں۔ دام بلا میں صید رہیں۔ چہرہ عرق عرق ہوا۔ رنگ فق ہوا غیرت نے
گھڑوں پانی ڈالا۔ حیا نے چشمۂ ندامت اُبالا۔ بجلی کی طرح چمک گئے۔ جو منہ میں آیا
بک گئے۔ دفعتہً اگنی دیوتا نمودار ہوئے۔ کاشف اسرار ہوئے۔ کہ جناب والا کیا خیال
ہے۔ کیوں ناحق ملال ہے۔ چاند ہیں وہ حبہ ہے۔ مگر جانکی جی بے داغ ہیں ہوتی
میں میل ہے۔ لیکن یہ گوہر شب چراغ ہیں۔ شہادت ٹھیک تھی۔ بات پتھر کی
لیک تھی۔ رامچندر دل شاد ہوئے۔ دیوتا قید فکر سے آزاد ہوئے۔ اسی وقت
وطن کی روانگی کا دھیان آیا۔ پشپ بمان آیا۔ سب سوار ہوئے۔ سمندر کے پار
ہوئے۔ وہاں سے چلے تو بھاردواج کے یہاں دم لیا۔ رشی نے دوڑ کر قدم لیا۔
وہاں سے بجرنگ بلی کو تو اجودھیا روانہ کیا۔ بھرت جی سے سلوک مربیانہ کیا
بھاردواج جی منت سماجت کرتے رہے۔ کہ آج کی رات ٹھہر جایئے۔ وقتِ
سحر جایئے۔ لیکن چودھواں برس اُسی دن گزرنے کو تھا۔ زخم جگر بھرنے کو تھا۔
رام چندر جی نے نہ مانا۔ جانا ہی سنا سب جانا ٭

رامچندر جی نے ہنومان جی کو کیوں بھرت جی کے پاس بھیجا۔ اس پر لوگ
عقل لڑاتے ہیں۔ حاشیئے چڑھاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ اس لئے۔ کہ کہیں
چودھویں برس کے ختم ہونے پر بھرت جی چولا نہ چھوڑ دیں۔ دم نہ توڑ دیں کسی
کا خیال ہے۔ کہ رامچندر جی مآل بین تھے۔ خیالاتِ مصلحت ذہن نشین تھے۔ خیال
کیا لاؤ لشکر سے بھرت جی کو۔ اور کچھ خیال نہ ہو کسی طرح کا ملال نہ ہو۔ پس قبل
سے آگاہ کرنا لازم۔ مصلحت پر نگاہ کرنا لازم۔ چنانچہ وہی کیا۔ اظہارِ تحمل
کا نام نہ لیا۔ جونہیں ہنومان جی نے مژدہ آمد آمد کا سنایا۔ بھرت جی کا
پژمردہ چہرہ کھلکھلایا۔ رام چندر جی نے نندی گرام میں جلوہ آرائی فرمائی
بھرت جی کو شکلِ فرحت اثر دکھائی۔ لوگوں نے مہاراج کا ملبوس فقیری
اتارا۔ کسوت شاہی سے سنوارا۔ رام چندر متمکن سریر سلطنت ہوئے
فرمان فرمائے شش جہت ہوئے۔ اہل زمین کا عرش پر دماغ ہوا۔ ہر ایک
پژمردہ دل باغ باغ ہوا۔ رامچندر جی کے زمانۂ عالم پناہی دعہد شاہنشاہی میں
دور بہار تھا۔ دائرہ حکومت گلزار بے خار تھا۔ دھرم کی بیل عرش پر چڑھی

تھی۔ آب و ہوا کی خوبی انتہا سے زیادہ بڑھی تھی۔ بیماروں کا نام نہ تھا امراضوں کا قیام نہ تھا۔ مرگ ناگہانی مفقود تھی۔ موت جوانی نابود تھی۔ باپ کو مرگِ پسر کا غم نہ تھا۔ عورت کو خاوند کا ماتم نہ تھا۔ آگ کسی کو جلاتی تھی نہ ہوا کسی کے سر پر خاک اڑاتی تھی۔ نہ پانی کسی کو ڈبوتا تھا۔ جو تھا چین سے بے کھٹکے سوتا تھا۔ سلطنت آباد تھی۔ رعایا دلشاد تھی۔ تریتا میں ست جگ کا زمانہ تھا دھرم کرم کا کارخانہ تھا۔ رامچندر دریا دل۔ باذل و عادل تھے۔ مستحق برہمنوں کو دان دینا کام تھا۔ سخاوت و فیاضی میں نام تھا۔ تین اشومیدھ جگیہ کئے۔ سینکڑوں کو ملک ہزاروں کو تاج دیئے۔ رگھوکل کی سو گونہ عزت بڑھائی۔ سورج بنس کو ہزار گونہ منزلت عطا فرمائی۔ گیارہ ہزار برس فرمانروائے زمانہ ہوئے۔ شاہنشاہانِ عالم میں فرد یگانہ ہوئے۔ زمانہ جہانگیری میں چاروں ورن اپنے دھرم کرم کے پابند تھے۔ دورِ عالمگیری میں خاص و عام خورسند تھے۔

نارد جی فرماتے ہیں۔ کہ رامائن پاپ دور کرتی ہے۔ غمزدہ کو مسرور کرتی ہے۔ جو پڑھیگا اُس کا مرتبہ بڑھیگا۔ جو سُنینگے گل مراد چُنینگے۔ ثواب حاصل ہوں گے۔ عذاب زائل ہوں گے۔ حیات عمر طبعی سے دُونی ہوگی۔ مال و دولت میں افزونی ہوگی۔ لڑکے بالوں سے گھر بھر لیگا۔ ایشور سب مرادیں پوری کرے گا۔ برہمن پڑھے تو عالمانِ زمانہ سے بڑھے۔ چھتری راج پائے تخت و تاج پائے۔ ویش صاحب اقبال ہو۔ صاحب مال و منال ہو۔ شودر کا جش رہے۔ نعمت دنیوی کا مزہ چش رہے۔

سُرگ ۔ ا

رامچندر جی کی مرضی سے بدعا اور سبب تالیف رامائن

نارد جی کے الفاظ جادو کا کام کر گئے۔ والمیک جی پر طلسم کا سا اثر

ہوا۔ خوشی کی انتہا سرور کی حد نہ تھی۔ بھاردواج جی نے سر کے بل قدم لئے۔ اپنے
مرید رشید کے ساتھ نارد جی کی سچ مچ ہی پرستش ہی کی۔ والمیک جی جو زبان
سے کہہ دیں وہی ٹھیک۔ جو بول دیں پتھر کی لیک۔ چنانچہ ادھر ان کی جنبش لب
سے نارد جی آکاش کی سیر کرتے ہوئے برہم لوک کو سدھار گئے۔ ادھر
والمیک جی دریائے فکر میں غوطہ زن ہوئے کہ کیا کرنا کہاں جانا چاہیئے۔
سوچتے سوچتے راہ مقصود نظر آئی۔ منزل مراد کی ہوا سمائی۔ گنگا جی کے کنارے
کنارے چلتے چلتے تمسا ندی کے ساحل پر پہونچ گئے۔ دیکھا تو وہیں بھاردواج
منی بھی موجود تھے۔ بالمیک جی نے فرمایا۔ کہ منی جی مہاراج شری بھاردواج
یہ ندی قلزم رفع حاجات ہے۔ دریائے نجات ہے۔ نکہت اس کے ریکا سے
پیدا۔ پاکیزگی اس کے قطرہ قطرہ پر شیدا۔ پانی ہے یا آب زندگانی۔ روانی
ہے یا علاج مرگ ناگہانی۔ سب تیرتھ اس ندی پر قربان۔ سب دریا اسکی
ایک ایک بوند پر نثار۔ منی جی مہاراج اپنے ہاتھ کا کاسہ عنایت کیجئے
ذرا نہا لیں۔ اشنان کر ڈالیں۔ نہانے کا وقت گذر گیا۔ اشنان دھیان
میں دیر ہو گئی۔ یہاں کپڑا تو ہر لئے کو نہیں۔ بس بکل بستر (درخت کی
کھال یا پتے جن سے اہل عبادت لنگوٹی باندھ لیتے ہیں) ہی عنایت ہو کہ
روزانہ فرائض اور امور دینی نت نیم سے سبکدوش ہوں۔ بھاردواج نے کاسہ
سامنے رکھ دیا۔ بکل بستر پیش کیا۔ والمیک ساحل پر ٹہلنے لگے۔ خیال تھا۔
کہ جہاں عمدہ جگہ ہو وہاں اشنان دھیان کریں۔ آخر ایک جگہ آسن جمایا۔
نت نیم میں دل لگایا۔ کہ دفعتہً حیران ہو گئے۔ پریشان ہو گئے۔ نظارہ ملال
انگیز تھا۔ معاملہ عشرت خیز پہلے دیکھتے تھے۔ کہ ایک پرند کا جوڑا گلچھرے اڑا رہا
ہے دونوں کے دونوں نشہ سرور میں چور ہیں۔ دل کی امنگیں جامے
سے باہر ہیں ترنگوں کا اور چھور نہیں۔ منقار سے جو آواز نکلتی ہے
رس بھری۔ جو سر زد پیدا ہوتا ہے۔ سر نگار رس میں ڈوبا ہوا۔ والمیک
جی اس نظارہ سے مست ہو رہے تھے۔ من کی کلی کلی کھلی جاتی تھی۔
کہ یکایک ایک شکاری نے تیر رنگ میں بھنگ کیا۔ نشانہ لگاتا ہے۔ تو

نرچاروں شانے چت۔ چوٹ کھا کر گرا تو طائرِ روح پرواز کر گیا۔ مادہ تڑپ گئی۔ آنسو نکل پڑے۔ آہ و فریاد نے کلیجوں کے ٹکڑے اڑانا شروع کر دیئے۔ والمیک جی سے نہ دیکھا گیا۔ لمحہ بھر پہلے تانیے کے خوبصورت رنگ کی چلتی پھرتی تصویر دل موہ رہی تھی۔ سر کی چوٹی طرۂ معشوق کی طرح نظر میں کھب رہی تھی۔ کہ تیرِ قضا نے رنگ ہی پلٹ دیا۔ مادہ تیرتی ہوئی ناز و انداز سے کنائی کاٹتی تھی۔ نر نشۂ عشق میں چور۔ جوشِ شباب پر مغرور مطلوبہ و محبوبہ سراپۂ ناز کو طرح بہ طرح چھیڑ چھاڑ سے قابو میں لانے کی خوش کن چہلیں کرتا تھا۔ کہ تیرِ اجل سینے پر بیٹھا۔ اور بس دنیا ہی پلٹ گئی۔ والمیک جی کو سخت غصہ آیا۔ تلووں سے لگی دماغ میں گئی۔ فوراً یہ شلوک زبان سے نکل گیا[1]*

والمیک جی نے اس شلوک میں جو بددعا دی وہ تیر بہدف ہوئی۔ بددعا

---

[1] اس شلوک کے معنوں کی مختلف طور پر تاویلیں کی گئی ہیں جن کا لب لباب درج ذیل ہے:-

(۱) بہت عرصے تک تمہاری قدر و منزلت نہ رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب ستی جی رامچندر جی کے فضائل کی آزمائش کیلئے گئیں تو رامچندر جی نے ستی جی کی زبان سے جو کہلوایا بالکل جھوٹ۔ حالانکہ مہادیو جی اُن کی سفارت سے بے قرار تھے۔ مگر اُن کو چشم دل سے دور کیا۔ داغ جدائی منظور کیا۔ پس جسطرح مہادیو جی ستی جی کے رنج فرقت سے پریشان خاطر ہوئے۔ اُسی طرح رامچندر جی کو بھی اپنی استری کے غم ہجر میں بیتابی نصیب ہوئی*

(۲) جلندھر ایک بڑا شہزور قوی دست راچھس تھا۔ اُس کی زوجہ با اخلاص و محبوبۂ خاص برندا تھی۔ جس کے پت برت دھرم کی ہندو دنیا میں خاص شہرت ہے جلندھر سے معرکہ آرائی ہو رہی تھی۔ دیوتاؤں کے دانتوں پسینہ آگیا سب ست چھوٹ بیٹھے۔ مگر جلندھر کا رویاں نہ میلا ہوا۔ جلندھر جیسا یکھ لڑنے بھڑنے (دیکھو صفحہ ۲۹)

یہ بھی کہا او کرو پیچ پرند کے قاتل تیری عزت خاک میں مل جائے۔ تو نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸) کو موجود۔ نہ موت کا کھٹکا نہ شکست کا ڈر۔ دیوتا حیران پریشان کہ جلندھر نہ مارے مرے نہ کاٹے کٹے۔ کیا جائے تو کیا۔ اس سے بس چلے تو کیونکر۔ سوچتے سوچتے سمجھ میں آئی کہ جلندھر تو کچھ مال نہیں۔ جب چاہیں مچھر کی طرح مسل ڈالیں مگر یہ مرتا کیوں نہیں۔ یہ صرف اسی کی استری برندا کے پت برت دھرم کا پرتاب ہے۔ پس جب تک پتی برتنا دھرم نہ ضائع کیا جائے۔ تب تک جلندھر کا قلع قمع ناممکن۔ سری رامچندر جی نے یہ خدمت اپنے ذمے لی۔ چھکے سے دغا سے برندا کا پت دھرم نشٹ کیا۔ اور پھر جلندھر کو مار کر افعال قبیحہ کی سزا دی۔ برندا پت برتا تھی۔ پت برتا عورت کی طاقتیں غیر محدود ہیں۔ جو زبان سے کہہ دے کبھی پٹ نہ پڑے۔ سفید کو سیاہ۔ سیاہ کو سفید کرنا جنبش لب کا اعجاز۔ زمین کو آسمان آسمان کو زمین بنا دینا۔ اس کی نگاہ غلط انداز کی کرامت ہے۔ برندا نے بھی بددعا دی۔ کہ اچھا رامچندر جس طرح تم نے فریب سے میرے خاوند کو مارا۔ تو میری دعا ہے۔ تم کو بھی اسی طرح زوجہ بلا خلاص و ہمدم خلوت خاص کا داغ مفارقت نصیب ہو۔

(۲۰) پیپسنی ندی پر ایک جورو خاوند تپشیا کرتے تھے۔ خاوند کا نام دیودت تھا۔ دھرم برہمن تھی۔ جب ہرناکشیپ کو مارنے اور پرہلاد کو ابھارنے کی غرض سے بھگوان نرسنگھ کھمبے سے نمودار ہوئے۔ تو قیامت کے آثار ہوئے۔ گرج نے نرم دلوں کو ہلا دیا۔ نازک مزاجوں کا کلیجہ ہلا دیا۔ دیودت کی بیوی ایسی ڈر گئی کہ آخرکار مر گئی۔ دیودت صدمہ فرقت سہ نہ سکا۔ جوش غضب بے کچھ کہے رہ نہ سکا۔ تاثیر دکھا دی۔ بد دعا دی۔ کہ کردنی خویش آمدنی پیش۔ کہ کرو کہ نیافت۔ اس ہاتھ کا بدلا اس ہاتھ۔ جو جیسا بوئے ویسا کاٹے۔ بس مجھ کو جورو کا غم دیا۔ صدمۂ الم دیا۔ تو بھاؤ بھگتو ذرا خود بھی مزہ چکھو۔ یوہیں غم ہجر نہ نصیب ہو۔ تو دیودت نام نہیں۔ اسی طرح نہ صدمۂ مہیب ہو تو کچھ تاثیر کلام نہیں۔

(۲۱) لوگوں نے یہ بھی معنی نکالے ہیں۔ کہ کیکئی بے قصور تھی۔ جو کچھ کہا خود ہی زبان سے نکلوایا۔ نگاڑا بجانا ہی سے کیکئی کی عقل گنوائی۔ اسی سے دسرتھ کی موت آئی۔ پس جس طرح دسرتھ کو رنج و غم ہوا۔ کیکئی پر دسرتھ کی موت کا ستم ہوا (دیکھو صفحہ ۳۰)

بے زبان جانور کو بے گناہ بے قصور اس حالت غفلت میں مارا جب وہ غریب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹) اس کا مزہ رامچندر بھی چکھیں - دوسرے ہی کو رنج و غم میں نہ دیکھیں +

(۵) بالی کو اس لئے مارا کہ اس نے اپنے بھائی سگریو کی زوجہ پر دل شیدا کیا - ناجائز تعلق پیدا کیا - جب بالی مرگیا - دنیا سے گزر گیا - سگریو نے بھی بھاوج کو گھر میں ڈالا - ہوائے نفسانی کا ارمان نکالا - اس کو رامچندر جی نے نظر انداز کیا - باب عفو باز کیا - ورنہ بات یکساں تھی - خطا نمایاں تھی - لازم تھا - کہ سگریو کو بھی مارتے - تلوار کے گھاٹ اتارتے - مگر یہ نہ کیا - بلکہ راج پاٹ دیا - ایک کی شکایت ایک کی رعایت ایک کے ساتھ ستم شعاری - ایک کے ساتھ وفاداری - محض خلاف کیا - ذرا نہ انصاف کیا

(۶) پانچویں نظر کو اور وسعت دی جاتی ہے - جہت منطق جاتی ہے - کہ بھبھیکن کی طرفداری - راون کی ذلت وخواری - متد دوری کو بھبھیکن نے بغل میں سلایا - دامن عصمت پر دھبہ لگایا - یہ معاملہ کیا خلاف شرم نہ تھا - ادھرم نہ تھا - پھر نشانہ تیر بنانہ قزاک اجل کا نخچیر بنانا - اور سگریو کو سرچڑھانا - بھبھیکن کا مرتبہ بڑھانا کیا معنی +

(۷) روایت ہے - حکایت ہے - کہ بھرگ جی بڑے کامل رشی صاحب کشف و کرامات تھے - ماہر خوارق عادات تھے - ان کی خصلت تھی - ہر روز عادت تھی کہ جب گھر سے قدم نکالتے - بار حفاظت پرمیشور پر ڈالتے - عرض مدعا ہوتی - التجا ہوتی - کہ بھگوان نظر عنایت رکھنا - گھربار کی حفاظت رکھنا - ایک روز رشی مہاراج یونہیں گھر سونپ کر گئے - تو عجیب وغریب بات ہوئی - طرفہ واردات ہوئی - ایک راچھس چکمہ دے گیا - استری کو اڑا لے گیا - رشی مہاراج گھر آئے - تو گھبرائے - حواس چھوٹ گئے - وضو ٹوٹ گئے - غصے کی آگ بھڑکی - زبان بجلی کی طرح کڑکی - کہ او کشن میں تمہارے بھروسے پر عورت کو چھوڑ جاتا تھا - تم کو محافظ بناتا تھا - تم نے خیانت کی - میرے کہنے کی قدر ومنزلت نہ کی - تمہاری استری کو بھی راچھس یونہی اڑا لے جائے - تمہیں بھی مزہ چکھائے + (دیکھو صفحہ ۸۰)

خواہشِ نفسانی کے نشہ میں المست تھا۔ سراپ زبان سے نکل بھی گیا پھر بھی والمیک جی کا جوشِ غضب قائم نہ رہا۔ دل کی کسی طرح تشفی نہ ہوئی۔ آخر برہمہ جی وارد ہوئے فرمایا کہ :-

والمیک جی۔ تمہیں فکر و اندیشہ کیوں۔ کرونچ پرند راون تھا۔ اور اس کی مادہ مندودری۔ رامچندر نے شکاری بن کر راون کو مارا۔ رامچندر جی کے حکم سے سرستی تمہاری زبان پر بیٹھی۔ اُس نے تمہاری زبان سے یہ بددعا نکلوا دی۔ جو شدنی تھی ہوگئی۔ جو ہونہار تھی۔ تم نے کہہ دی۔ رامچندر جی کی عنایت یہ تھی۔ منشا یہ تھا کہ تم انکی لیلائیں قلمبند کرو۔ کوزے میں دریا بند کرو۔ . . . .

اسی لئے وہ شکاری بنے شکار مار کر نظر سے اوجھل بھی ہوگئے۔ اور تمہارے سراپ نے اُن کی مشیت کو باعمل کیا۔ پس جو بات اُن کے دل میں تھی۔ اُس کا اب ظہور ہوگا اہلِ جہاں کا رنج و غم دور ہوگا +

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰) (۸) اس روائت سے بھی تاویل کی گئی ہے۔ کہ ایک موقعہ پر بشن جی برہم لوک میں تشریف لے گئے۔ دیکھا برہما جی رونق افروز ہیں۔ اور سنت کماران کے فرزند بھی۔ برہمہ جی نے بڑی تعظیم و تکریم کی فرق ادب خم کیا۔ مگر سنت کمار برہمہ گیانی تھے۔ ایکو برہم دوتیو ناستی پر عمل تھا۔ جدھر دیکھو رام مئی کے معتقد تھے جگہ سے نہ ہلے وہیں کے وہیں بیٹھے رہے۔ بشن جی ترک ادب پر برافروختہ ہوگئے۔ طیش کھا کر شراپ دے دیا۔ کہ تم ہوائے نفسانی سے بیتاب رہوگے۔ خواہشات مردہی بےچین رکھینگی مگر عروس مدعا نصیب نہ ہوگی۔ شاہد مراد سے ہمکنار ہونا ناممکن۔ سنت کمار کو بھی طیش آیا۔ جوشِ غضب میں بددعا دی۔ کہ بے سوچے سمجھے سراپ دینے کا یہ پھل پاؤ۔ کہ عقل و عمر کھو بیٹھو۔ گیان سے ہاتھ دھو بیٹھو +

(۹) اس شلوک کا اس سرگذشت کی طرف بھی روئے سخن ہے۔ کہ بشن جی نے شیل ندہ کی راتی چکمہ سے اڑالی۔ راجہ امبریک کی بیٹی (شرمتی) کو دھوکے سے زینت آغوش کیا۔ اور نارد من پربت من منہ دیکھ کر رہ گئے۔ اور جھلا کر سراپ دیا کہ جس طرح ہمیں چکمہ دے کر خود شرمتی کو لیکر چلتے ہوئے ہمارے درد دکھ کا خیال نہ کیا۔ اسی طرح بشن جی بھی عورت کے صدمہ مفارقت سے حیران و پریشان رہیں +

والمیک جی سراپ دینے کو تو دے چکے۔ مگر سخت پشیمان ہوئے۔ کہ زبان سے کیا خرافات بک گئے۔ منہ سے کیا واہیات بات نکل گئی۔ افسوس۔ برہمہ جی نے فرمایا :-

پشیمانی فضول۔ پریشانی بے اصول ہے۔ جس کو آپ نے بددعا دی ہے۔ وہ شکاری نہ تھا۔ خود سری رامچندر تھے۔ پس فکر و ملال دور کیجئے۔ طبیعت مسرور کیجئے۔ قلم اٹھائیے چرتر تحریر فرمائیے۔

والمیک کی جیسے آنکھیں کھل گئیں۔ گویا سوتے سوتے جاگ اٹھے۔ فکر بلند نے اعجاز کیا۔ طبع ارجمند نے قلم جادو رقم کو فسوں ساز کیا۔ والمیک جی دریائے ناپیدا کنار کے پار ہو گئے۔ ایک ارب اشلوک تیار ہو گئے۔

رامائن کا لفظ لفظ سرچشمۂ نجات اور حرف حرف سرمایۂ حسنات ہے۔ پاپ دور ہونا کچھ بات نہیں۔ بلائیں رد ہونا داخل تعجبات نہیں۔ ایک ارب میں سے ۲۴ ہزار اشلوک اہل زمین کو نصیب ہوئے۔ باقی برہم لوک میں رہے جب وقت والمیک جی راز اصل سے خبردار ہوئے۔ واقف اسرار ہوئے۔ تو اشلوک کا معما حل ہو گیا۔ معنی و مطالب میں رد و بدل کیا۔ الفاظ ہی سے دوسرا مطلب نکالا منشائے دلی کو انہیں حروف کے سانچے میں ڈھالا۔ کہ اے شکاری تیری عزت و منزلت پر بٹہ نہ لگے۔ اقتدار و افتخار پر حرف نہ آئے۔ والمیک جی کا اس پر بھی اطمینان نہ ہوا۔ سوچتے تھے۔ کہ شکاری کیونکر انتردھیان ہوا۔ ضرور کوئی صاحب کشف و کرامات تھا۔ رہبر سر منزل نجات تھا۔ ساری تپسیا پر پانی پڑ گیا۔ بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔ بھاردواج سے بولے :-

"گو اشلوک میرا تصنیف ہے۔ عمدہ ہے لطیف ہے۔ پھر بھی میرا سنشہ نہیں جاتا۔ جب دیکھو۔ کوئی نہ کوئی تازہ خیال آتا ہے۔ گو یہ سب ہے۔ تاہم معاملہ غور طلب ہے۔ اس اشلوک میں خاص خوبی ہے۔ طرفہ خوش اسلوبی ہے۔ موقع موقع پر پڑھنا مفید حال۔ وقت وقت پر گانا دافع رنج و ملال"۔

بھاردواج سنتے ہی پھڑک اٹھے۔ دل کا کنول کھل گیا۔ نقش مدعا ابھرنے

لگے ۔ اشلوک یاد کرنے لگے +

والمیک جی نے فرمایا ۔ اشلوک فراموش نہ ہونے پائے ۔ لوح دل پر نقش ہو جائے ۔ یعنی پھر بٹھا لئے جائیں گے ۔ ارتھ حسب منشا رگا لئے جائیں گے +

یہ فرماکر تمسا ندی میں اشنان کیا ۔ ایشور کا دھیان کیا ۔ جب قلب رجوع ہوا ۔ طبیعت یکسو ہوئی ۔ تو وہی خیال جما کہ بڑی بھول کی ۔ جان بوجھ کر غلطی کی ۔ زبان سے کیسا سراپ نکالا ۔ جو منہ میں آیا بک ڈالا ۔ اسی خیال کی ادھیڑبن میں آسن پر بیٹھ گئے ۔ تو خیالات کا دریا امنڈنے لگا ۔ مضامین کے پل بندھ گئے ۔ کتھا کہتے جاتے تھے ۔ طرح طرح کے چرتر سناتے تھے ۔ مگر جب دیکھو چشم تصور ہے ۔ اور شکاری کی تصویر ۔ پرند ہے ۔ اور نشانۂ تیر ۔ برہما جی پھر نمودار ہوئے ۔ رامچندر جی کی تحریک سے یوں مائل گفتار ہوئے :-

"کیا واہیات خیال ہے ۔ کیوں رنج و ملال ہے ۔ کئی دفعہ سمجھایا ۔ مگر پھر کچھ خیال میں نہ آیا ۔ اب یہ خیال چھوڑو ۔ تو ہمات سے منہ موڑو ۔"

والمیک جی نے قدموں پر سر جھکایا ۔ سر آنکھوں پر بٹھایا ۔ بولے کہ :-

"جب وہ خیال آتا ہے ۔ دل کانپ جاتا ہے" +

یہ کہکر آنکھیں بند کیں ۔ اور دہن پر مہر خاموشی لگالی ۔ اس حالت میں بھی وہی خیال گدگدانے لگا ۔ طبیعت کو دھمکانے ڈرانے لگا ۔ برہما دیکھ کر ہنسے ۔ زبان سے گوہر افشانی کی +

"والمیک اب تک وہی وشواش ۔ اب تک وہی قیاس ۔ اشلوک تمہارا تصنیف ہو تب کچھ ڈر کی بات بھی ہے ۔ اندیشۂ مکافات بھی ہے ۔ جو میں نے کہلایا ۔ وہی تمہاری زبان پر آیا ۔ جس طرح سرستی نے زبان ہلائی ۔ اسی طرح کی بات کہلائی ۔ تمہیں تردد بیجا تفکر ناروا" +

برہما جی پھر بولے کہ :-

والمیک جی آپ کی بدولت خاک سے پاک ہو گئے ۔ آپ کی

پاکیزگی - آپ کا تقدس وحیدِ آفاق ہے - آپ کو آلائش سے کیا لگاؤ - آپ کا دامن بالکل بے داغ ہے - آپ کو گھبرانے کی کیا ضرورت - فکر و تشویش کو چھوڑیئے - رامچندر جی کے حالات بیان کیجئے - رامائن جو پڑھیگا - بام مراد پر چڑھیگا - جو سنیگا گلِ مقصود چُنیگا - سب پاپ کٹ جائینگے - عذاب بالکل ہٹ جائینگے روشن ضمیری میں نام ہو جائیگا - اشہب قلم سبک گام ہو جائے گا - رامچندر جی عقل و شعور دیتے ہیں چشم ادراک کو نور دیتے ہیں - بس جس طرح نارد جی نے چرتر سنائے ہیں - اتہاس بیان فرمائے ہیں - ان کو رقم کیجئے - حوالۂ قلم کیجئے - اسرار مخفی و نہاں راز پوشیدہ و پنہاں کی پرداز کیجئے - جب آپ فکر سخن سنجی میں سر بزانو ہونگے - سارے حالات خود بخود روبرو ہونگے - شنیدہ چشم دیدہ ہو جائیگا - بیان دلچسپ حسن بیان پسندیدہ ہو جائیگا - جس کی لچھمی جی کو بھی خبر نہیں - جس میں سوائے خیر کے شر نہیں - وہ حالات چشم خیال میں تصویر بن کر نظر آئینگے - لوح دل پر کالنقش فی الحجر ہوتے جائیں گے ادھر رامچندر جی کی دستگیری اُدھر آپ کی روشن ضمیری سمجھ لیجئے - مطلب حل ہے - کام سپھل ہے - آپ کاشف علم و فن ہیں - شاعر معجز بیان اور خداوند سخن ہیں - میں بھی دعا دیتا ہوں - تکمیل مقاصد کا ذمہ لیتا ہوں بس سدھ وانا گنیش بولو - زبان گوہر فشاں کھولو - شاخ قلم بار گلنار رہیگی روانی دریائے فکر پر نثار رہے گی - رام کے چرتر دافع عذاب ہیں - نافع ثواب ہیں - حسن و ثواب کی کان کہئے - جسم معرفت و حقیقت کی جان کہئے - اس میں نہ مبالغہ شاعری کا خوف نہ یادہ گوئی کا ڈر نہ خوشامد کا لگاؤ - نہ چاپلوسی کا اثر - نہ کسی راجہ مہاراجہ کی ثنا خوانی ہے نہ کسی دولتمند کی تعریف میں شیوہ بیانی - دروغ بیانی کا نام نشان نہیں کذب کا ذرا بھی نشان و گمان نہیں - آپ صاحب لیاقت ہیں - صاحب طلاقت ہیں - سخن وری میں لاجواب - نکتہ فہمی میں انتخاب - عالم باعمل فاضل اکمل - پس آپ کو سمجھانا سورج کو چراغ دکھانا ہے - پھولوں کو خوشبو سونگھانا ہے - کمال وہ چیز ہے - جس نے بدر کو عرش پر چڑھا دیا

کل ستاروں سے بڑھا دیا۔ شیوجی کشف و کرامات سے ڈرتے ہیں۔ برہما اہل
ریاضت کا دم بھرتے ہیں۔ انہیں اندیشہ نہیں۔ کہ پاربتی مرتاض کامل پر
فریفتہ نہ ہو جائیں۔ انہیں وسوسہ نہیں۔ کہ برہمانی عابد عامل پر شیفتہ نہ
ہو جائیں۔ اندر اندرانی کے نگہبان رہتے ہیں۔ ہزار آنکھوں سے نگران
رہتے ہیں۔ بس آپ ایسے کامل فن و فاضل زمن کو رام چندر جی کے چرتر
لکھنا مناسب۔ اعجاز بیانی دکھانا واجب ہے۔ رامچندر کے حال میں
مبالغہ کا نام نہیں۔ سچائی میں کلام نہیں۔ گو کتھا کو حرف بحرف لکھنا آسان
نہیں۔ کون ہے جو اس معاملے میں حیران نہیں۔ پھر بھی اب جو لفظ آپ
کی زبان سے نکلے گا۔ بالکل ٹھیک ہو گا۔ سچ مچ پتھر کی لیک ہو گا۔ میرا
یہ بھی نفس مدعا ہے۔ نفس مدعا ہی نہیں۔ سچے دل سے دعا ہے۔ کہ
آپ کی نظم آرائی سب کے لیے توشۂ راہ نجات ہو۔ جو اس کو پڑھے
سنے داخل حسنات ہو۔ ارتھ و دھرم کام موکش کی دولت حاصل
ہو۔ ثمر اعجاز کامل ہو۔ جب تک سمندر میں پانی دریاؤں میں روانی
ہے۔ جس وقت تک آفتاب درخشاں ماہتاب نور افشاں رہے تب
تک رامائن سے آپ کا نام رہیگا۔ آپ کی قدر و منزلت کو قیام رہیگا۔
سرگ ہو یا پاتال سب میں آپ کو آنے جانے کا اختیار ہو گا۔ دار فانی
ہو یا عالم خیال سب پر آپ کا دست اقتدار رہیگا۔ برہم لوک میں
سکونت رہیگی۔ مجھ سے قربت رہیگی۔ جب تک میری حیات ہے تب
تک آپ کو اندیشۂ مرگ سے نجات ہے ؛
برہما جی یہ کہہ کر چلتے پھرتے نظر آئے۔ والمیک جی خوش قسمتی
پر اترائے۔ ایک تو برہما جی کی تشریف آوری اور ذرہ پروری اس
پر تصنیف رامائن کا ارشاد اور پھر آشیرباد۔ مارے خوشی کے پھولے
نہ سمائے۔ دانت نکل آئے۔ شاگردان رشید کی بھی بتیسی کھل گئی
قسمت غیر مترقبہ مل گئی۔ رامچندر جی کے شکر گزار ہوئے۔ تصویر
تصور پر نثار ہوئے خوش قسمتی پر ناز ہوا۔ باب سربلندی باز ہوا

جوشِ مسرت سے پھول گئے - سب رنج و الم بھول گئے - اشلوک گانے کی دھن سمائی - خوب ترانہ سنجی فرمائی - نارد جی نے جو اشلوک سنائے تھے - خوش الحانی سے گائے تھے - وہ ان کے طبع زاد نہ تھے - بلکہ والمیک جی کے نتیجہ استعداد تھے - رامائن کے یہ اشلوک مراد بخش اہلِ زمانہ ہیں خوبی و نفاست میں یگانہ ہیں - اور نظمیں کہیں پھیکی نہیں بے مزہ ہوتی ہیں - رامائن کی نظم ایک ڈال دلکش و دلآویز ہے - لفظ لفظ مضمون خیز اور فرحت انگیز ہے - اوّل سے آخر تک ایک ہی نفاست ابتدا سے انتہا تک یکساں سلاست - حرف حرف جاں نواز لفظ لفظ ہیں اعجاز - قصہ کوتاہ رامائن کی صفت خارج از امکان ہے - حسن و خوبی کی نہ حد ہے نہ پایان - والمیک جی فرماتے ہیں - کہ سامعین حقیقت شناس و حاضرین عالی قیاس - کان لگائیں - سماعت فرمائیں - نارد جی نے کیا گوہر افشانی فرمائی - کس طرح رطب اللسانی دکھائی ٭

سرگ - ۲

نارد جی جو سنا گئے - جو برہما جی فرما گئے - اس پر والمیک جی نے طبع آزمائی فرمائی - جودت فکر دکھائی - سب اشلوک تیار ہو گئے - گوہر نظم آبدار ہو گئے - شکاری اور پرند کی بھی سرگذشت تو الہ قلم ہوئی صید و شکار کی کیفیت بھی رقم ہوئی - جب تائے شت کی نوبت آئی - تو دل میں سمائی کہ برہما جی نے رامائن کو چار ول ہزار شلوکوں والا بنایا ہے ایک ایک پھل گنایا ہے - اس خیال میں عقل چکرانے لگی طبیعت گھبرانے لگی - کہ کتھا کا آغاز کیا ہو - آغاز کیا ہو - فوراً اشنان کیا - ایشور کا دھیان کیا کشن آسن پر آسن جمایا - رامچندر جی کی تصویر کے قدموں پر سر جھکا دیئے جونہیں آنکھ بند ہوئی کیفیت دلپسند ہوئی - رام جانکی کی صورت نظر آئی - جگل جوڑی کی موہنی صورت نظر آئی - لچھمن کو دیکھا - بھرت شترگھن کو دیکھا -